عمران سیریز

29

ابنِ صفی

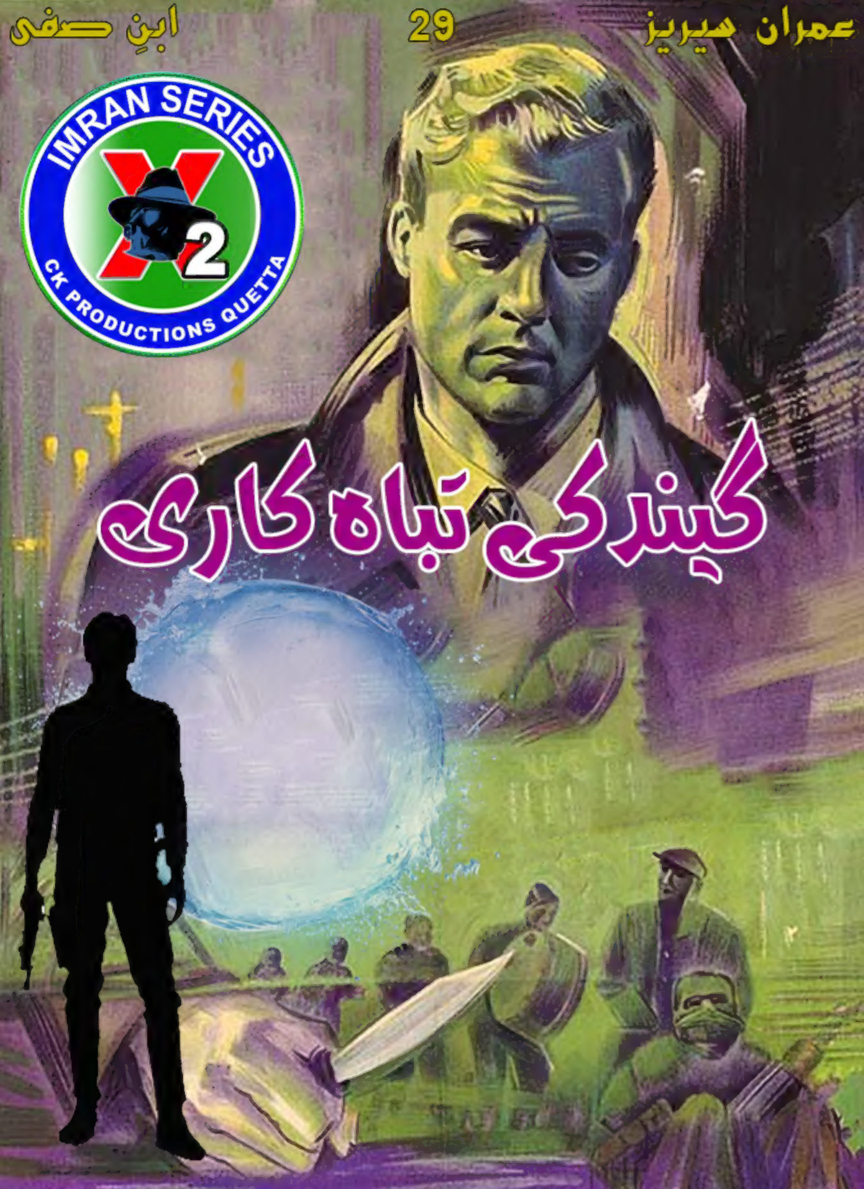

IMRAN SERIES

CK PRODUCTIONS QUETTA

گیند کی تباہ کاری

عمران سیریز نمبر 29

گیند کی تباہ کاری

(مکمل ناول)

پیشرس

گیند کی تباہ کاری کافی تاخیر سے آپ تک پہنچ رہا ہے! اس تاخیر کا باعث جاسوسی دنیا کا ڈائمنڈ جوبلی نمبر بنا تھا جوبلی نمبر کی اشاعت میں تاخیر ہوئی تھی اس لئے عمران سیریز کے اس ناول پر بھی اثر پڑنا لازمی تھا اور دیکھئے کب تک ان بگڑے ہوئے حالات پر قابو پانے میں کامیاب ہوتا ہوں۔ بہرحال اپنی انتہائی کوشش اس مسئلہ پر صرف کر رہا ہوں کہ ان دونوں سلسلوں کی کتابیں پھر کسی تاخیر کے بغیر آپ تک پہنچنے لگیں۔

جاسوسی دنیا کا جوبلی نمبر ”زمین کے بادل“ پسند بھی کیا گیا اور ناپسند بھی! اس اختلاف کی وجہ کہانی نہیں بلکہ فریدی اور عمران ہیں۔

کہانی کی دلچسپی پر حرف نہیں آیا۔ پس ستم یہ ہو گیا کہ بیچارہ عمران ایک موقعے پر گیس پروف نہیں بن سکا تھا۔ فریدی صاحب بازی مار لے گئے مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ فریدی سے ڈُبلا پڑتا ہے۔ یہ تو کہانی کا ایک موڑ تھا جسے اتفاقات نے جنم دیا تھا۔ ان سبھوں کا تاریک وادی میں داخل ہو جانا بھی محض اتفاق تھا۔ اگر یہ اتفاق پیش نہ آتا تو آپ جانتے ہیں کیا ہوتا۔ انہیں تاریک وادی تک پہنچانے کے لئے کم از کم ڈیڑھ ہزار صفحات کی ضرورت پیش آتی۔ پھر زیرولینڈ کا مسئلہ تو بہت بڑا تھا۔

عمران کے چاہنے والوں کو مطمئن رہنا چاہئے کہ زیرولینڈ کا کیس سو فیصدی عمران کا ہے اگر کبھی اسے پیش کرنے کی نوبت آئی تو دیکھئے گا۔

زیر نظر کہانی ”گیند کی تباہ کاری“ بھی ایک نئے انداز کی کہانی ہے! اسے بھی آپ پچھلی تمام کہانیوں سے مختلف پائیں گے، عمران نے بالکل ہی اچھوتے انداز میں اپنی ذہانت و فطانت کے جوہر دکھائے ہیں۔

اگر آپ مجھ سے اچھی کہانیاں چاہتے ہیں تو مجھے مشورے دینا بند کر دیجئے۔ صرف میری خامیوں سے آگاہ کرتے رہئے۔ آپ کے مشورے بعض اوقات مجھے غلط راستوں پر بھی ڈال دیتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ کہانی نہ آپ کو پسند آتی ہے اور نہ مجھے! لہٰذا آپ مجھے مشوروں سے معاف رکھئے اور مجھے اسی طرح لکھنے دیجئے۔ جیسے میں پہلے لکھتا رہا ہوں اور آپ بے تحاشہ پسند کرتے رہے ہیں۔

ابن صفی

۳۰؍ مئی ۱۹۵۸ء

◆

سوئمنگ پول پر بہت بھیڑ تھی! روز ہی ہوتی تھی! کوئی نئی بات نہیں تھی۔ اگر والگا ہوٹل میں غوطہ خور لڑکیاں ملازم نہ ہوتیں تو شاید ہی کوئی اِدھر کا رخ بھی کرتا! مگر صفدر عمران کے متعلق یہ نہیں سوچ سکتا تھا کہ اس نے اسی لئے اس ہوٹل میں قیام کیا ہوگا! وہ جانتا تھا کہ عمران کو لڑکیوں سے کبھی اتنی دلچسپی نہیں رہی کہ وہ انہیں غسل کے لباس میں دیکھنے کے شوق میں خود بھی لنگوٹی لگا کر پول کے کنارے آبیٹھے گا۔ لنگوٹی کا لطیفہ بھی دلچسپ تھا جس دن وہ یہاں آئے تھے اسی دن عمران نے بازار سے سرخ رنگ کی ایک لنگوٹی خریدی تھی! صفدر نے اس پر حیرت ظاہر کی تھی اور عمران نے کہا تھا کہ وہ سوٹ پہن کر نہیں نہا سکے گا۔ صفدر نے مشورہ دیا کہ وہ سوئمنگ ڈریس خریدے.... خواہ مخواہ تماشا بننے سے کیا فائدہ؟ اس پر عمران نے غصیلے لہجے میں کہا تھا کہ وہ اسی طرح نہائے گا جیسے اس کے باپ دادا نہاتے آئے ہیں!

دوسرے ہی دن عمران وہی لال لنگوٹ لگائے ہوئے پول کے کنارے پہنچ گیا تھا! سینکڑوں آنکھیں متحیرانہ انداز میں اس کی طرف اٹھی تھیں لوگوں نے آوازے کسے تھے اور صفدر اس کے پاس سے کھسکتا ہوا دور نکل گیا تھا.... مگر اتنی دور بھی نہیں کہ عمران کی حماقتوں سے لطف اندوز نہ ہو سکتا۔

لوگ ہنس رہے تھے اور آوازے کس رہے تھے لیکن عمران ان سب سے بے نیاز کنارے کھڑا گویا سوچ رہا تھا کہ پانی میں اترے یا نہ اترے....! چہرہ گاؤدیوں اور گھامڑوں کا سا بنا رکھا تھا۔ مارچ کی شروعات ہوچکی تھیں لیکن ابھی پانی میں کافی ٹھنڈک رہتی تھی۔ عمران نے پانی میں چھلانگ لگائی تھی اور پھر اس طرح بوکھلا کر باہر نکل آیا تھا جیسے کسی مگرمچھ نے تعاقب کیا ہو۔ پھر وہ کنارے پر اکڑوں بیٹھ کر کسی سردی کھائے ہوئے بکری کے بچے کی طرح کانپنے لگا تھا۔ اس پر اور زیادہ قہقہے بلند ہوئے تھے۔ لیکن عمران کے انداز سے نہیں ظاہر ہو رہا تھا کہ اسے اپنے گرد و پیش کی خبر ہو! پھر وہ شیطان کی طرح سارے ہوٹل میں مشہور ہو گیا تھا۔

صفدر اور عمران محض تفریح کی غرض سے سردار گڈھ آئے تھے! تفریح کی ضرورت یوں محسوس ہوئی تھی کہ تاریک وادی کے دل ہلا دینے والے سفر نے انہیں کم از کم ذہنی فرار کی طرف تو مائل ہی کر دیا تھا۔ حالانکہ اسی ذہنی فرار کے لئے بھی انہیں تھوڑا سفر برداشت کرنا پڑا تھا۔ ویسے خود صفدر نے اس سفر کی ضرورت نہیں محسوس کی تھی۔ عمران ہی نے اُسے مجبور کیا تھا! اور صفدر کی دانست میں اس کی سفارش پر اس کی چھٹی بھی ایکس ٹو نے منظور کر لی تھی۔

یہ سب کچھ اس کے لئے قطعی تکلیف دہ ثابت نہیں ہوا تھا کیونکہ وہ خود بھی چلتے پھرتے رہنے کا قائل تھا! مصیبت تو دراصل عمران کی لال لنگوٹی تھی! اور اس وقت اس لنگوٹی پر سبز رنگ کی فلٹ ہیٹ کا بھی اضافہ ہو گیا۔ اس پر سے عمران کی اکڑوں بیٹھنے کا انداز.... ایک ہاتھ سے اس نے صفدر کی ٹانگ پکڑ رکھی تھی۔ مقصد یہ تھا کہ صفدر اس کے پاس سے ہٹنے نہ پائے۔ دوسری طرف صفدر کا بُرا حال تھا۔ وہ کوشش کر رہا تھا کہ اپنی ٹانگ چھڑا لے ساتھ ہی اُسے اس کا بھی خیال تھا کہ لوگوں کی نظر اس ٹانگ پر نہ پڑنے پائے جسے عمران نے پکڑ رکھا تھا۔ اس لئے اس نے اس ٹانگ پر ڈریسنگ گاؤن ڈال لیا تھا۔

"عمران صاحب! اب مجھے غصہ آجائے گا۔" اس نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

"مگر غصہ اتارو گے کس پر۔ تمہارے تو بیوی بچے بھی نہیں ہیں!" عمران متحیرانہ لہجے میں بولا۔

"آخر.... اس سے کیا فائدہ؟"

"فائدہ تو کچھ بھی نہیں ہے! مگر تم مجھ سے دور بیٹھ کر کیا کرو گے!"

"اچھا تو ہیٹ ہی اتار دیجئے۔"

"شریف آدمیوں کو لنگوٹی میں بھی شریف ہی نظر آنا چاہئے۔ اسلئے میں ہیٹ نہیں اتار سکتا۔"

صفدر نے سوچا کہ اب جلی کٹی پر اتر آنا چاہئے۔ ممکن ہے اسی طرح پیچھا چھوٹ جائے لہٰذا اس نے کہا۔ "دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا یہ طریقہ بہت بچگانہ ہے عمران صاحب!"

”عادت بُری بلا ہے۔ میں مجبور ہوں مسٹر صفدر!“

”پھر آپ ہی چھٹکارے کی کوئی تدبیر بتائیے!“ صفدر نے بے بسی سے کہا۔

”چھٹکارے کی صورت!“ عمران آہستہ سے بولا! اور پھر بے حد مغموم نظر آنے لگا۔ جب اسکی صورت پر حماقت طاری ہو۔ مغموم ہو جانے کا انداز ایسا ہی ہوتا تھا جیسے وہ کوئی کثیر العیال بیوہ ہو۔

وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔ ”چھٹکارا ممکن ہے مگر اس کے لئے تمہیں بڑے پاپڑ بیلنے پڑیں گے! کوہ ندا کے آگے ایک صحرائے عظیم ہے کہ جس کی طرف دیکھنے سے پڑ جائیں لاکھ آبلے پائے نگاہ میں! تو عزیز بیچ اس صحرا کے ایک عظیم الشان گنبد پلاسٹک کا ہے، جو مثل گراموفون کے ریکارڈر کے تیزی سے گردش کرتا رہتا ہے۔ اور چوٹی پر اس گنبد گرداں کے ایک طائر خوش الحان کہ نطفے سے بلبل ہزار داستان کے ہے بیٹھا و مبدم گاتا رہتا ہے۔

مار کٹاری مر جانا پے انکھیاں نا لڑانا....نا

پس تمہیں لازم ہے کہ ایک تیر تاک کر ایسا مارو کہ اس پرندے کی دم پر پڑے۔ اگر دم پر نہ پڑا تو پلٹ کر تمہاری ناک پر پڑے گا اور تم دائمی نزلے میں مبتلا ہو جاؤ گے! اگر اس طائر خوشنوا کی دم ہی پر پڑا تو وہ طائر جل کر راکھ ہو جائے گا اور اُدھر تمہاری ٹانگ بھی چھوٹے گی.... ورنہ.... میں نہیں جانتا کہ کب تک پھنسی رہے۔“

عمران خاموش ہو گیا! صفدر بُرا سا منہ بنائے اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ آخر اس نے بھی سوچا کہ اب خاموشی ہی اختیار کرنی چاہئے کیونکہ جتنی وہ پیچھا چھڑانے کی کوشش کرے گا اتنی ہی گردن پھنستی جائے گی۔ وہ عمران کو بحری ہزار پاسے کم نہیں سمجھتا تھا۔

پول میں تیرنے والوں کی بھیڑ بڑھتی جا رہی تھی.... یہ پول دو حصوں میں منقسم تھا ایک حصے میں لوگ تیرتے تھے اور دوسرا حصہ صرف ڈائیو کرنے والوں کے لئے مخصوص تھا۔ اس وقت دوسرے حصے میں چار لڑکیاں غوطہ خوری کے کمالات دکھا رہی تھیں اور اس حصے کی طرف تماشائیوں کی بھیڑ زیادہ تھی۔ یہاں مردوں میں شاید کوئی اچھا غوطہ خور موجود نہیں تھا۔ اس لئے دوسرے حصے میں صرف وہی چار لڑکیاں نظر آ رہی تھیں۔ صفدر تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھا رہا پھر اس نے کہا۔ ”کیا نہانے کا ارادہ نہیں ہے!“

”واہ....!“ عمران یک بیک اچھل پڑا اور صفدر کی ٹانگ چھوڑ دی۔

”کیوں کیا ہوا۔“

”ارے بھئی میں اتنی دیر سے یہی سوچ رہا تھا کہ میں نے کیا ارادہ کیا تھا.... اگر تم نہ ہوتے تو میں بیٹھا سوچتا ہی رہ جاتا....!“ عمران نے کہا اور تالاب میں چھلانگ لگا دی۔

مگر صفدر جہاں تھا وہیں بیٹھا رہا۔

عمران تیرتا ہوا بچوں کے سے انداز میں ہاتھ ہلا ہلا کر اُسے آوازیں دے رہا تھا۔ ”ارے آؤ.... آؤ.... آج تو.... مجھے بھی.... پھو.... پھو.... پانی ٹھنڈا.... پھو.... نہیں لگ رہا ہے.... اے.... آؤ بھی....!“

صفدر نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ وہ بہت شدت سے بیزار ہو گیا تھا۔ دفعتاً اس کی نظر ہوٹل کے اسسٹنٹ منیجر پر پڑی جو اسی طرف آ رہا تھا۔ وہ صفدر کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔

”مجھے کچھ عرض کرنا ہے جناب!“ اس نے کہا۔

”فرمائیے۔“

”یہ آپ کے ساتھی یہاں کافی نام پیدا کر رہے ہیں۔“ اس کا لہجہ خشک تھا۔ ”ہو سکتا ہے کہ وہ غیر معمولی طور پر زندہ دل آدمی ہوں! لیکن اگر ان کی دیکھا دیکھی دو چار مزید زندہ دلوں کا اضافہ ہو گیا تو ہمارا ریپوٹیشن جہنم ہی میں گیا۔“

صفدر مسکرایا۔ تھوڑی دیر تک اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر بولا۔ ”لنگوٹی ہمارا پیدائشی حق ہے.... اگر سوٹوں کی مجموعی تعداد کو ملک کی پوری آبادی پر برابر برابر تقسیم کر دیا جائے تو یقین کیجئے کہ لنگوٹی سے بھی کوئی کمتر چیز، ہر ایک کے حصے میں آئے گی!“

”معاف کیجئے گا میں نے کوئی سیاسی مسئلہ نہیں چھیڑا تھا۔“ منیجر نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

”میں نے یہ بات خالص جمالیاتی نقطہ نظر سے کہی ہے!“ صفدر سنجیدگی سے بولا۔ ”اب یہی دیکھئے.... سامنے دو لڑکیاں ڈائیو کر رہی ہیں۔ ان کی لنگوٹیاں دیسی ساخت کی نہیں ہیں۔ لیکن ہیں لنگوٹیاں ہی....!“

”اچھی بات ہے جناب! میرا خیال ہے کہ اب ہمیں آپ لوگوں کو باقاعدہ طور پر نوٹس دینا پڑے گا۔“

”یہ تو بڑی اچھی بات ہو گی۔ آپ ضرور دیجئے نوٹس....“ صفدر خوش ہو گیا۔ ٹھیک اسی وقت تالاب سے شور کی آواز آئی اور وہ ادھر متوجہ ہو گئے۔ نہانے والے ربڑ کی ایک گیند دیکھ

رہے تھے جو کسی تیراک کی کھوپڑی سے ٹکرا کر نظروں سے اوجھل ہی ہو کر رہ گئی۔ پھر اچانک ایک تیز چیخ فضا میں ابھری اسی کے ساتھ پانی میں کئی زور دار چھپاکے ہوئے اور تیراک چاروں طرف بکھر گئے ایک آدمی پانی کی سطح پر ہاتھ مارتا ہوا چیخ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں خوفناک حد تک پھیلی ہوئی تھیں.... اور ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ غرق ہو رہا ہے۔

دوسرے تیراک دور سے متحیرانہ انداز میں اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ انہیں میں عمران بھی شامل تھا۔

چیخنے والا دیکھتے ہی دیکھتے تہہ نشین ہو گیا! پانی کی سطح پر خون کا ایک موٹا سا لہریا مچل رہا تھا۔

پھر کچھ دیر بعد دوسروں کو ہوش آیا۔ اب بھی لوگ کچھ نہ سمجھ پائے۔ اگر ڈوبنے والے کی لاش دوبارہ سطح پر نہ آگئی ہوتی۔

لوگ پول سے نکل نکل کر بھاگنے لگے اور ذرا ہی سی دیر میں وہاں ایسی ویرانی نظر آنے لگی جیسے بھیڑیوں کے کسی بہت بڑے ریوڑ نے حملہ کیا ہو۔

”فی الحال ہمیں کھسک ہی لینا چاہئے!“ عمران نے صفدر سے کہا۔ ”ظاہر ہے کہ نہ میں تھانیدار ہوں اور نہ تم ہی ہو!“

صفدر بھی اسے اچھی طرح سمجھتا تھا۔ سیکرٹ سروس والوں کے معاملات کتنے نازک ہوتے ہیں! لہٰذا وہ دونوں اپنے کمروں میں آگئے۔

”ہوا کیا تھا....!“ صفدر نے پوچھا۔

”جو کچھ بھی ہوا ہے! اچھا نہیں ہوا.... اب ہو سکتا ہے کہ یہ لال لنگوٹی گردن سے لپٹنی پڑے.... وہاں سے سب ہی بھاگ نکلے تھے! ہو سکتا ہے کہ کسی کے متعلق یقین کے ساتھ نہ کہا جا سکے کہ وہ وہاں موجود تھا بھی یا نہیں۔ لیکن کیا وہ اسسٹنٹ منیجر مجھے یا تمہیں بھلا سکتا ہے، جو ابھی کچھ دیر پہلے تمہارے پاس بیٹھا غالباً میرے ہی بارے میں گفتگو کر رہا تھا۔“

”آپ نے میری بھی مٹی پلید کر دی۔“ صفدر نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ”آپ کا کیا! آپ باقاعدہ طور پر سیکرٹ سروس میں ہیں نہیں۔ ایکس ٹو مجھے کچا چبا جائے گا۔“

”معدہ بھی چوپٹ ہو جائے گا اس چوہے کا.... اگر تمہیں کچا چبا گیا! قاعدے کی بات تو یہ ہو گی کہ اُبال کر کھائے۔“

صفدر کچھ نہ بولا۔ اب اُسے پھر عمران پر غصہ آگیا تھا۔

”میں کہتا ہوں! آخر یہ لال لنگوٹی نکلی ہی کیوں تھی!“ اس نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

”میں کیا بتاؤں مجھے لال ہی لنگوٹی پسند ہے! ہو سکتا ہے تم نیلی یا سبز رنگ کی پسند کرتے ہو!“

صفدر پھر خاموش ہو گیا! تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر چونک کر بولا۔ ”آخر بات کیا ہوئی تھی.... کیا وہ حقیقتاً لاش ہی تھی۔“

”اس وقت تک تو لاش ہی تھی جب ہم بھاگے تھے بعد کا حال خدا جانے!“

”مگر ہوا کیسے!“

”یہ بھی نہیں معلوم کہ کیسے ہوا تھا۔ بس ایک گیند میری عدیم المثال کھوپڑی سے ٹکرا کر دور جا پڑی تھی اور بیک وقت کئی آدمی اس کی طرف جھپٹے تھے! اسی افراتفری کے دوران میں کسی کا ہاتھ چل گیا ہو گا۔ میرا خیال ہے کہ اس سلسلے میں چاقو ہی استعمال کیا گیا ہو گا۔“

”اور شاید قاتل.... قاتل اب کیا ملے گا۔“ صفدر بولا۔ ”اُس نے چاقو پانی ہی میں چھوڑ دیا ہو گا۔“

”او.... یار.... وہ ملے یا نہ ملے.... بات تو یہ ہے کہ اگر پولیس نے ہمیں دھر لیا تو کیا ہو گا! لنگوٹی کے دُم چھلے میں چاقو بہ آسانی چھپایا جا سکتا ہے۔“

”ہاہا.... ہاہا.... ہاہا۔“ صفدر نے مخصوص انداز میں قہقہہ لگایا۔ یہ اُس کا طنزیہ انداز تھا۔

”ہائیں.... تم ہنس رہے ہو۔“ عمران متحیرانہ انداز میں آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ ”تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ میں پریشان ہی نہیں ہوں۔“

”جس دن آپ کسی مسئلے پر پریشان نظر آئے وہی میری زندگی کا آخری دن ہو گا۔“

”تو پھر میں ابھی لنگوٹی نہ اتاروں....“ عمران کچھ سوچتا ہوا بڑبڑایا۔

”اوہو....!“ یک بیک صفدر چونک پڑا.... ”ہمیں کپڑے پہن لینے چاہئیں۔“

پھر وہ ڈریسنگ ٹیبل کی طرف چلا گیا! لیکن عمران اسی طرح بیٹھا رہا۔

”میں نے کہا! کیا اب بھی لنگوٹی لگی ہی رہے گی۔“ صفدر نے اسے مخاطب کیا۔ عمران نے ٹھنڈی سانس لی چند لمحے منہ چلاتا رہا.... پھر بڑے مغموم لہجے مین بولا۔ ”میں سوچ رہا ہوں کہ آخر وہ گیند میری ہی کھوپڑی پر کیوں پڑی تھی۔“

◆

اس قتل کے سلسلے میں جو تفتیش ہو رہی تھی، عمران کے خدشات کے خلاف ہی نکلی۔ نہ تو کسی نے خصوصیت سے ان کی طرف اشارہ کیا تھا اور نہ پولیس ہی نے عام قسم کی پوچھ گچھ سے آگے بڑھنے کی کوشش کی تھی۔ شام تک صفدر نے اس سلسلے میں کافی معلومات فراہم کر لیں اور انہیں معلومات کی وجہ سے عمران کی حیرت رفع ہو سکی! ورنہ پولیس کی سرسری چھان بین اس کے لئے بڑی حیرت انگیز ثابت ہوئی تھی۔

"یہاں تو ایسے واقعات کئی دنوں سے ہو رہے ہیں۔" صفدر نے کہا۔

"کیسے واقعات....!"

"پُر اسرار گیندوں سے تعلق رکھنے والے....!"

"پُر اسرار۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔ "پُر اسرار کی ترکیب میرے لئے سوہان روح بن کر رہ گئی ہے.... میں اس پہلے آدمی کی جان کو روتا ہوں جس نے سب سے پہلے یہ ترکیب استعمال کی تھی.... خیر ہاں تو ان گیندوں کا کیا قصہ ہے!"

"سردار گڈھ میں اب تک چھ وارداتیں ہو چکی ہیں! جن میں یہ گیندیں کسی نہ کسی طرح ضرور شریک رہی ہیں۔ کبھی یہ گیندیں بھری پڑی سڑکوں پر آتی ہیں کبھی ایسی تفریح گاہوں میں جہاں بہت زیادہ بھیڑ رہتی ہے اور ہر بار ایک آدھ قتل ضرور ہوا ہے۔ گیندوں کی وجہ سے انتشار برپا ہوتا ہے اور اسی انتشار کے عالم میں کوئی اپنا کام کر گذرتا ہے۔"

"ہام...." عمران نے اُلوؤں کی طرح دیدے نچائے۔ "کوئی جانبر بھی ہوا ہے۔ یا ایسے کیسوں کے سارے ہی آدمی مر گئے تھے۔"

"صرف ایک آدمی جس پر اچٹتی ہوئی سی چھری پڑی تھی۔"

"تب تو پولیس کو ان وارداتوں کی نوعیت کسی حد تک معلوم ہو سکی ہو گی۔"

"یہی تو ایک بہت بڑی ٹریجڈی ہے۔" صفدر بولا۔ "ایک کام کا آدمی ہاتھ بھی لگا ہے تو صحیح الدماغ نہیں رہ گیا۔"

"کیا مطلب!"

"ہوش میں آنے کے بعد بھی اس نے ہوش کی باتیں نہیں کیں! وہ اب بھی سول ہسپتال میں موجود ہے۔"

"اب تک کل کتنی وارداتیں ہو چکی ہیں۔" عمران نے پوچھا۔

"چھ عدد۔"

"پہلی واردات کو کتنے دن ہوئے۔"

"آٹھ دن ہو چکے ہیں اور پھر بقیہ وارداتیں ایک یا دو دن کے وقفے سے ہوتی رہی ہیں۔"

"اس سلسلے میں کچھ گرفتاریاں بھی ہوئی ہیں۔" عمران نے پوچھا۔

"ہاں ہوئی ہیں مگر ویسی ہی جیسی عموماً ہوا کرتی ہیں۔ یعنی محض شبہے میں دو چار کو دھر لیا۔"

عمران کچھ سوچنے لگا! صفدر بھی خاموش ہو گیا۔

کچھ دیر بعد عمران بڑبڑایا۔ "تو گیندوں کی کہانی سردار گڈھ کے بچے بچے کی زبان پر ہو گی۔"

"ظاہر ہے۔"

"ہاہا۔" عمران کرسی سے اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگا پھر رک کر بولا۔ "تب پھر ان لوگوں کو پاگل ہی سمجھنا چاہئے جو آج پول میں گیند پر جھپٹے تھے۔"

"میں بھی اسی پر غور کر رہا ہوں۔"

"کس نتیجے پر پہنچے۔" عمران نے تشویش کن لہجے میں پوچھا۔

"دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو وہ آج ہی آئے تھے اور انہیں ان حالات کا علم نہیں تھا! یا پھر یہ قاتلوں ہی کی بھیڑ تھی جس نے کسی ایک آدمی پر یلغار کی تھی۔"

"گڈ" عمران سر ہلا کر بولا۔ "کیا تمہیں ان میں سے ایک آدھ کی شکل یاد ہے۔"

"نہیں!" صفدر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "میں اسسٹنٹ منیجر کی طرف متوجہ تھا۔"

"افسوس کہ مجھے دو تین شکلیں یاد ہیں۔" عمران نے مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر کہا۔ "تھوڑی دیر تک پھر خاموشی رہی.... صفدر سگریٹ کے دھوئیں کے بادل بکھیر رہا تھا۔ اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "یہ بھی خبر ہے کہ اس مسئلے پر غور کرنے کے لئے دارالحکومت سے سراغ رسانوں کی ایک ٹیم آ رہی ہے۔"

"چلو اچھا ہوا۔" عمران نے اس طرح سانس لی جیسے خود اس کی گردن بچی ہو!

"آپ الجھن میں پڑ سکتے ہیں۔ عمران صاحب! کیپٹن فیاض کے محکمے کا کوئی آدمی آپ کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھتا۔"

"پھر مجھے کیا کرنا چاہئے۔" عمران نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

"آپ نے ہوٹل کے رجسٹر میں اپنا نام بھی غلط درج کرایا ہے۔"

"ارے تو اب صحیح کرادو نا۔ یار میری تو عقل ہی چوپٹ ہو کر رہ گئی ہے۔"

"اب نام صحیح کرانے بیٹھے تو یہیں کی پولیس ٹانگ پکڑ لے گی۔"

"ارے تو پھر کیسے گردن چھوٹے گی۔"

"میں تو جا رہا ہوں یہاں سے آپ میرا سامان دیکھئے گا۔"

"کہاں جا رہے ہو، واہ۔۔۔ یعنی کہ۔۔۔۔!"

"آپ کا تو شاید کچھ بھی نہ بگڑے مگر مجھ پر ایکس ٹو کا عتاب ضرور نازل ہوگا۔ اس کا کہنا ہے کہ پولیس کی نظروں میں آنے سے بچو۔"

"تو تم مجھے تنہا چھوڑ جاؤ گے۔"

"پھر میں کیا کروں!"

"میری ہی طرح تم بھی صبر کرو اور ڈرتے رہو!" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

"نہیں مجھے جانے ہی دیجئے۔!"

"دیکھو! اب میں بھی کرائے کا ٹٹو نہیں رہا! باقاعدہ طور پر تمہارے ہی محکمے سے تعلق رکھتا ہوں۔" عمران نے کہا۔

"آپ کی اور بات ہے! آپ کو پہلے ہی سے سب جانتے ہیں اور آپ کے متعلق وہ خواب میں بھی نہیں سوچ سکیں گے کہ آپ کا تعلق سیکرٹ سروس سے بھی ہو سکتا ہے۔!"

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔!

"کون ہے؟" صفدر نے گرج کر پوچھا۔

"پولیس!" باہر سے آواز آئی۔

"ارے باپ رے۔" عمران بھرائی ہوئی آواز میں بڑبڑایا۔

صفدر نے دروازہ کھول دیا۔

ایک سب انسپکٹر اور دو کانسٹیبل اندر داخل ہوئے۔ ان کے ساتھ اسسٹنٹ منیجر بھی تھا۔

"آپ کا کیا نام ہے!" سب انسپکٹر نے صفدر کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"صفدر سعید۔"

"کہاں سے آئے ہیں!"

"دارالحکومت سے!"

"پیشہ!"

"مچھلیوں کی آڑھت۔۔۔۔!"

"پتہ۔۔۔۔!"

"تیرہ گرین اسکوائر۔!"

ایک کانسٹیبل نوٹ کرتا جا رہا تھا۔

سب انسپکٹر عمران کی طرف متوجہ ہوا۔

"آپ کا نام!"

"علی عمران ایم۔ ایس۔ سی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ آکسن۔۔۔۔!"

سب انسپکٹر نے اسے گھور کر دیکھا! اور دوسرے کانسٹیبل سے کہا۔

"رجسٹر کھولو!"

کانسٹیبل کے ہاتھ میں ہوٹل کا وہ رجسٹر تھا جس میں قیام کرنے والوں کے نام اور پتے درج کئے جاتے تھے!

کانسٹیبل نے رجسٹر کھول کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

"مگر اس میں تو تفضل حسین درج ہے۔!" اس نے گونجیلی آواز میں کہا۔

"درج ہونے کو تو۔۔۔۔ لارڈ لن لتھ گو بھی درج ہو سکتا ہے۔۔۔۔ پھر؟ بھلا مجھے لارڈ لن لتھ گو کون تسلیم کرے گا۔"

"اس میں تفضل حسین کیوں درج ہے!" سب انسپکٹر منیجر کی طرف مڑا۔

"جو کچھ انہوں نے بتایا ہوگا! وہی درج کیا گیا ہوگا جناب! آپ ان سے یہ پوچھئے کہ نام کے آگے دستخط کس کے ہیں۔۔۔۔!"

عمران رجسٹر میں دستخط دیکھنے کے لئے آگے جھک آیا۔

“ہاں یہ میرے ہی دستخط ہیں اور سچ مچ یہاں تفضّل حسین ہی درج ہے۔” عمران نے سب انسپکٹر کی طرف دیکھتے ہوئے پلکیں جھپکائیں پھر بولا۔ “مگر دستخط بھی صاف ہیں .... صاف عمران پڑھا جاسکتا ہے۔”

سب انسپکٹر نے دستخط کو بنظر غائر دیکھتے ہوئے کہا۔ “ٹھیک ہے دستخط صاف ہیں۔” پھر سر اٹھا کر بولا۔ “آپ نے نام غلط لکھے جانے پر اعتراض کیوں نہیں کیا تھا۔”

نہ جانے کیوں یک بیک صفدر موج میں آگیا۔ اس نے کہا۔ “یہ دراصل اپنی یادداشت کھو بیٹھتے ہیں۔ اس لئے آپ ان کے متعلق صحیح معلومات نہ حاصل کر سکیں گے۔”

“او....!” عمران دانت پیس کر صفدر کو گھونسہ دکھاتا ہوا بولا۔ “تم اپنی حرکتوں سے باز نہ آؤ گے! تمہارے فرشتے بھی نہیں ثابت کر سکتے کہ میں اپنی یادداشت کھو بیٹھا ہوں۔”

“کیا قصہ ہے۔” سب انسپکٹر نے صفدر کو گھورا۔

“الگ چلیں تو بتاؤں۔ یہ یہاں مجھے گفتگو نہیں کرنے دیں گے۔”

“چلئے۔!” سب انسپکٹر نے پلکیں جھپکائیں۔

ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے غصے نے عمران کی عقل سلب کرلی ہو۔ وہ بُری طرح ہانپ رہا تھا۔ جیسے ہی وہ دونوں دروازے کی طرف بڑھے اس نے کہا۔ “اپنے بیان کا یہ خود ذمہ دار ہوگا.... یہ سراسر بکواس ہے کہ میں اپنی یادداشت کھو بیٹھتا ہوں۔ یہ لوگ میرے پیچھے پڑگئے ہیں مگر میں یہ جتا دینا چاہتا ہوں کہ حلیمہ خانم سے میری شادی ضرور ہوگی خواہ میرے سر پر سینگ نکل آئیں۔ اب یہ لوگ پولیس سے میرے پاگل پن کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔”

سب انسپکٹر رک کر عمران کی طرف مڑنے ہی والا تھا کہ صفدر نے کہا۔ “بیکار وقت نہ برباد کیجئے! وہ میرا چچازاد بھائی ہے۔ مجھ سے زیادہ اس کے متعلق اور کوئی نہیں جان سکتا۔ منیجر صاحب آپ بھی آیئے۔”

منیجر بھی آگے بڑھا.... اُس نے ایک خالی کمرے تک ان کی راہنمائی کی! صفدر نے جیب سے سگریٹ کیس نکال کر انہیں پیش کیا اور ایک سگریٹ اپنے لئے منتخب کر کے سلگاتے ہوئے کہا۔ “اس کی تصدیق منیجر صاحب کر سکتے ہیں کہ ان سے پاگلوں کی سی حرکتیں سرزد ہوتی رہتی ہیں! مثال کے طور پر سرخ لنگوٹی کا قصہ!”

“میں سن چکا ہوں۔” سب انسپکٹر غرایا۔ “مگر آپ لوگ یہاں کس غرض سے آئے ہیں۔”

“محض تبدیلی آب و ہوا کی غرض سے! اپنے یہاں بے تحاشا گرمی پڑنے لگی ہے۔ ہاں تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اس میں بیچارے کلرک کی بھی غلطی نہیں ہو سکتی۔ ممکن ہے کہ انہوں نے اسے اپنا نام تفضّل حسین ہی بتایا ہو! لیکن وہ دستخط کرنے میں کبھی غلطی نہیں کرتے۔ میں نے بارہا آزمایا ہے۔”

“حلیمہ خانم کا کیا قصہ ہے۔”

صفدر چکرا گیا اور سوچنے لگا کہ اس سلسلے میں کس قسم کی بکواس مناسب رہے گی۔

“یہی تو ساری مصیبت کی جڑ ہے۔” صفدر نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ “ہمارے فرشتوں کو بھی علم نہیں ہے کہ یہ کون ہے۔ بس وہ اس کے متعلق ہر وقت کچھ نہ کچھ بڑبڑایا کرتے ہیں! ان کا خیال ہے کہ ہم لوگ حلیمہ خانم کے سلسلے میں ان کے خلاف سازش کر رہے ہیں ہم نہیں چاہتے کہ ان کی شادی حلیمہ خانم سے ہو.... اسی لئے ہم نے انہیں پاگل مشہور کر دیا ہے۔ یقین کیجئے کہ ہم کسی حلیمہ خانم کے وجود سے واقف نہیں ہیں۔”

“کوئی خیالی عورت! کیوں؟” سب انسپکٹر نے پوچھا۔

“سو فیصدی خیالی۔”

“میری رائے ہے کہ آپ انہیں بریلی بھجوا دیجئے.... لیکن آپ یہ نہ سمجھئے کہ میں نے آپ کے بیان پر یقین کر لیا ہے۔”

“نہ کیجئے یقین۔” صفدر جھنجھلا گیا۔ “میں نے آپ کو مجبور تو نہیں کیا کہ یقین کر ہی لیجئے۔ آپ کے یقین کرنے یا نہ کرنے سے حقائق نہیں بدل سکتے۔”

“خیر... میں دیکھوں گا کہ آپ لوگوں پر کس حد تک جرم کے مرتکب ہونیکا شبہ کیا جاسکتا ہے۔”

“ضرور دیکھئے میں آپ کو منع نہیں کرتا۔”

“آپ دونوں پولیس کو مطلع کئے بغیر سردار گڈھ سے نہیں جاسکیں گے۔”

“اوہ.... بہت بہتر!” صفدر نے زندہ دلی کا مظاہرہ کیا۔ “سردار گڈھ سے جانا تو بڑی چیز ہے ہم آپ سے پوچھے بغیر غسل خانے میں بھی قدم نہیں رکھیں گے۔”

“بے تکی باتیں نہ کیجئے! میں آپ کو شبے میں بند بھی کر سکتا ہوں۔ ” سب انسپکٹر جھلا گیا۔

صفدر لاپروائی سے دروازے کی طرف مڑا اور کمرے سے نکلتے وقت پلٹ کر بولا۔

“بہت بڑا دل چاہئے تھانیدار صاحب! میں کسی بنئے کا لونڈا نہیں ہوں۔ ہوم سیکرٹری تک یہاں کھنچے چلے آئیں گے۔ ”

اور پھر اُس کے جواب کا انتظار کئے بغیر وہ اپنے کمرے میں چلا آیا۔۔۔۔ یہاں عمران کانسٹیبلوں کو یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ حلیمہ خانم کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔!

صفدر کو دیکھتے ہی وہ اُس کی طرف انگلی اٹھا کر دہاڑا۔ “یہ ہے وہ دشمن جس نے مجھے پاگل ثابت کرنے کی کوشش میں۔۔۔۔ چیڑی اوٹی۔۔۔۔ نہیں اونچی ایڑی۔۔۔۔ لاحول ولا قوۃ۔۔۔۔ یہ بھی نہیں۔۔۔۔ ایڑی چوٹی۔۔۔۔ ہاہا۔۔۔۔ ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا ہے۔ ”

“بڑے بھائی خدا کے لئے عقل کی باتیں کرو۔ ” صفدر نے مغموم لہجے میں کہا۔

“ارے جاؤ۔۔۔۔ چلے جاؤ یہاں سے۔۔۔۔ ورنہ اب بات بڑھ جائے گی! ” عمران ہاتھ ہلا کر بولا! اتنے میں اسسٹنٹ منیجر نے کمرے میں داخل ہو کر کانسٹیبلوں سے کہا کہ سب انسپکٹر انہیں ڈائننگ ہال میں بلا رہا ہے۔ جب کانسٹیبل چلے گئے تو اس نے صفدر اور عمران کو مخاطب کر کے کہا۔ “آپ لوگوں کو اطلاع دی جاتی ہے کہ آپ پولیس سے اجازت حاصل کئے بغیر ہوٹل کی کمپاؤنڈ سے باہر قدم نہیں نکالیں گے۔ ”

“یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے! میں جانتا ہوں۔ ” صفدر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

“یہ نہ بھولئے کہ گیند ان کے سر پر لگی تھی! ” منیجر نے تلخ لہجے میں کہا۔

“پھر اس سے کیا ہوتا ہے۔! ”

“یہ تو پولیس ہی معلوم کرے گی! ”

“تو ہم لوگ اب ہوٹل کی کمپاؤنڈ سے نہیں نکل سکیں گے۔ ”

“ہاں۔۔۔۔! مجھ سے یہی کہا گیا ہے۔ ”

“بہتر ہے۔ ” صفدر بیزاری سے ہاتھ ہلا کر بولا۔ “ہمیں آرام کرنے دیجئے۔! ”

منیجر نے بُرا سا منہ بنایا اور دونوں کو گھورتا ہوا چلا گیا۔

صفدر نے دروازہ بند کر کے بولٹ کرتے ہوئے عمران سے کہا۔ “دیکھا کرشمہ لال لنگوٹی کا۔ ”

“بہت شاندار ہے۔ ” عمران سر ہلا کر بولا۔ “ایک بار میرے دادا نے لال لنگوٹی میں ایک جن کو پچھاڑا تھا مگر بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ جن کو نہیں بلکہ ڈرائی جن کو پچھاڑا تھا۔ ”

“عمران صاحب! ہم تفریح کیلئے آئے تھے لیکن اس منحوس لال لنگوٹی نے بیڑا غرق کر دیا۔ ”

“پروا نہ کرو! ”

“کیا کریں گے آپ۔! ”

“نیک بندے صبر کے علاوہ اور کچھ نہیں کرتے۔ صبر نہ کریں تو غصہ آئے اور خواہ مخواہ ہاضمہ خراب ہو کر رہ جائے! ”

“آہا۔۔۔۔ ہم نے ابھی تک رات کا کھانا نہیں کھایا۔ ” صفدر بڑبڑایا۔

“وہیں ڈائننگ ہال میں کھائیں گے؟ ” عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

کچھ دیر بعد وہ ڈائننگ ہال میں آئے! عمران اس وقت لنگوٹی میں نہیں تھا۔

پھر بھی قیام کرنے والے اسے دیکھ کر ہنسنے لگے! اس وقت اس کے جسم پر بے تکا لباس بھی نہیں تھا۔ ڈھنگ کے کپڑے تھے جو سلیقے کے ساتھ پہنے گئے تھے۔ مگر اس سے چہرے پر برسنے والی حماقت میں کیا فرق پڑتا۔۔۔۔؟ اب تو لوگوں کے ہنسنے کے لئے صرف اس کی شکل ہی کافی ہوتی تھی! صفدر نے ڈھٹائی اختیار کرنے کی کوشش شروع کر دی۔

مگر پھر عمران کی ایک نئی حرکت نے اُسے حد سے زیادہ نروس کر دیا! کیونکہ اسے عمران سے اس کی توقع نہیں تھی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ کسی بوڑھی عورت کو آنکھ مارے گا۔

عورت یوریشئن تھی اور اس کے چہرے پر لاتعداد جھریاں تھیں۔ اگر وہ اکہرے جسم کی ہوتی تو شاید اتنی بدشکل معلوم نہ ہوتی جتنی موٹاپے کی وجہ سے معلوم ہوتی تھی! وہ عمران پر چڑھ دوڑی!

صفدر بُری طرح بوکھلا گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ عمران کے ساتھ اسی میز پر بیٹھا رہے یا یہاں سے ہٹ ہی جائے!

“کیوں ماری تھی آنکھ تم نے۔۔۔۔ کیا سمجھتے ہو! ” عورت ہانپتی ہوئی بولی۔

“تمہیں۔۔۔۔! ارے توبہ! ” عمران اپنا منہ پیٹنے لگا۔ “بہک گئی ہو گی۔۔۔۔ ورنہ میں نے تو اس لڑکی کو آنکھ ماری تھی جو نیلے اسکرٹ میں ہے! ”

“تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔ ”

”آپ ٹھیک سمجھی ہیں محترمہ!“ صفدر جلدی سے بولا۔ ”ذرا آہستہ بولئے.... یہ اس وقت نشے میں ہیں.... خواہ مخواہ بات بڑھ جائے گی۔ دونوں کی بدنامی ہے اس میں....!“

”ارے جاؤ....!“ عمران میز پر ہاتھ مار کر بولا۔ ”تم کیوں دخل دیتے ہو! چیخنے دو! پچھلے سال میں نے دو کرنلوں اور تین میجروں کو آنکھ ماری تھی.... کسی نے کیا بگاڑ لیا تھا میرا.... ایک بار ایک خان بہادر کو آنکھ ماری تھی جھک مار کر رہ گئے تھے.... پچھلی جنگ میں اس لئے حصہ لیا تھا کہ ہٹلر کو آنکھ مارنے کا موقع ملے مگر وہ اس سے پہلے ہی مر گیا تھا.... ہاں۔“

”دیکھا آپ نے!“ صفدر نے بے بسی سے کہا۔

”میں ابھی بتاتی ہوں۔“ عورت نے کہا اور بپھرے ہوئے انداز میں منیجر کے کمرے کی طرف چلی گئی۔

”عمران صاحب آپ نے تو جینا دوبھر کر دیا ہے۔“ صفدر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”بس.... بس! خاموش رہو! میں نہیں جانتا تھا کہ اتنے پرانے تعلقات ہونے کے باوجود بھی تم اُس عورت کی طرف داری کرو گے۔ جو تمہاری کوئی رشتہ دار بھی نہیں لگتی!“

”اب میں پاگل ہو جاؤں گا....!“ صفدر نے دانت پیس کر کہا۔

”ایسی قسمت کہاں ہے.... میری!“ عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر مایوسانہ لہجے میں کہا۔

”آخر آپ چاہتے کیا ہیں۔“

”آنکھ مارنے کی آزادی.... آزادی تحریر و تقریر کی طرح یہ بھی ضروری ہے۔“

”آپ کے لئے تو سب کچھ ضروری ہے.... اب صرف ننگے ہو کر ناچنے کی کسر رہ گئی ہے۔“

”کون ہے جو ننگا ہو کر نہیں ناچ رہا۔“

”اب آپ فلسفہ چھیڑ دیں گے۔ لیکن دیکھئے اب کیا طوفان اٹھتا ہے.... وہ منیجر کے کمرے کی طرف گئی ہے۔“

”جلدی سے کھانا طلب کرو۔“ عمران نے کہا۔

صفدر بڑبڑاتا رہا۔ ”پولیس نے ہم پر پابندی عائد کی ہے! اب آپ نے یہ سب کچھ شروع کر دیا ہے! میں تو آپ کے ساتھ آ کر پچھتا رہا ہوں۔!“

عمران نے ویٹر کو بلایا۔ اور جب وہ قریب آگیا تو اس نے اس سے رازدارانہ لہجے میں کہا۔

”وہ نیلے اسکرٹ والی لڑکی کتنی حسین ہے۔“

”ہی.... ہی.... ہی.... جی ہاں جناب.... کھانے کے لئے کیا لاؤں۔“ ویٹر نے پوچھا۔

”ہائیں.... کیا تم مجھے آدم خور سمجھتے ہو! میں اس لڑکی کی بات کر رہا ہوں!“

”جی ہاں.... جی ہاں....!“ ویٹر بولا۔ ”خدا کی قدرت ہے.... جناب!“

”میں اس کے لئے تین سو تک دے سکتا ہوں۔“

”وہ.... قیام کرنے والوں میں سے ہے جناب....! پیشہ ور نہیں معلوم ہوتی....!“

”تمہارا انعام الگ.... پچاس روپے اس کے بھی لگالو....!“

”وہ تو ٹھیک ہے جناب!“ ویٹر مضطربانہ انداز میں ہاتھ ملتا ہوا بولا۔

”مگر وہ ایسی لڑکی نہیں معلوم ہوتی۔ آپ کے لئے بہترین چیز مہیا کی جاسکتی ہے۔“

”کھانا لاؤ....!“ صفدر غرایا۔ ”جاؤ دفع ہو جاؤ۔“

”اچھا۔ اچھا۔“ عمران نے سر ہلا کر جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔ ”جاؤ پہلے کھانا لاؤ۔“

”ویٹر کنکھیوں سے صفدر کو دیکھتا ہوا دوسری طرف مڑ گیا۔

”حد ہو گئی۔“ صفدر آنکھیں نکال کر بولا۔ ”یہ سب کچھ کسی طرح بھی نہیں برداشت کیا جاسکتا۔ آپ ایسی ایسی حرکتیں کر رہے ہیں جن کے متعلق میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔“

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اسسٹنٹ منیجر دکھائی دیا جو تیزی سے ان کی طرف آرہا تھا لیکن اس کے ساتھ وہ عورت نہیں تھی۔

”آپ لوگ حد سے بڑھ رہے ہیں۔“ وہ قریب آکر غرایا۔

”لوگ نہیں! صرف میں۔!“ عمران سینے پر ہاتھ مار کر بولا۔ ”میں آپ کو بھی آنکھ مار سکتا ہوں! یہ دیکھئے.... یہ ماری.... یہ ماری.... یہ ماری.... اب چلئے۔“

”اچھی بات ہے۔“ اسسٹنٹ منیجر جھینپے ہوئے انداز میں زبردستی ہنستا ہوا بولا۔ ”میں دیکھوں گا آپ کو۔“

”دیکھ لیجئے گا۔ مقدمہ دائر کیجئے میرے خلاف!.... عدالت میں بھی آنکھ نہ ماری تو کچھ نہ کیا۔“

”میں آپ کو پاگل خانے بھجوا سکتا ہوں۔“

”میں نے خود بھی کوشش کی تھی۔“ صفدر نے زچ ہو کر کہا۔ ”لیکن سردار گڈھ کے پاگل

خانے میں جگہ نہیں مل سکی! اگر آپ وہاں ان کا داخلہ کرا سکیں تو بے حد مشکور ہوں گا۔ میری بھی جان چھوٹے۔"

عمران اس پر کچھ نہیں بولا۔ البتہ منیجر کے چہرے سے ایسا ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ بے بسی محسوس کر رہا ہو۔

"ذرا آیئے.... میرے ساتھ!" صفدر اٹھتا ہوا بولا اور اسسٹنٹ منیجر اس کے ساتھ چلنے لگا۔ ایک گوشے میں پہنچ کر صفدر رکا اور اس نے آہستہ سے کہا۔ "پاگل خانے میں تو جگہ نہیں ہے لیکن آپ انہیں حوالات ضرور بھجوا سکتے ہیں!"

"وہ آپ کے ساتھی ہیں۔" منیجر کا لہجہ طنزیہ تھا۔

"ساتھی نہیں بلکہ چچازاد بھائی۔" صفدر نے ٹھنڈی سانس لی! "مگر میں اپنا پیچھا چھڑانا چاہتا ہوں کیونکہ اب میری عزت پر بھی بن رہی ہے۔"

"نہ گھبرایئے.... کچھ نہ کچھ ہو کر ہی رہے گا۔ اگر پولیس نے آپ لوگوں پر یہیں ٹھہرنے کی پابندی نہ عائد کی ہوتی تو اس وقت تک حالات دوسرے ہوتے۔"

"یقیناً صفدر نے ایک طویل سانس لی اور سوچنے لگا۔ چلو عارضی ہی سہی جان تو چھوٹی! فی الحال نہ وہ حوالات کی شکل دیکھ سکتے تھے اور نہ ہوٹل ہی سے نکلنے کا سوال پیدا ہوتا تھا۔

"آپ براہِ کرم انہیں قابو میں رکھنے کی کوشش کیجئے!"

"بھئی میں کوشش تو کرتا ہوں.... مگر وہ کچھ نہ کچھ کر ہی گزرتے ہیں! مثلاً آنکھ کا معاملہ۔"

"دیکھئے یہ سردار گڈھ ہے۔ آپ لوگ پردیسی ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ کسی مصیبت میں پڑ جائیں! اُن سے کہئے کہ وہ اپنی آنکھوں کو بھی قابو میں رکھیں۔"

صفدر نے صرف سر ہلا دیا۔ وہ عمران کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ جو اسی ویٹر سے گفتگو کرنے میں مشغول تھا جسے کچھ دیر پہلے نیلے اسکرٹ والی کے لئے ساڑھے تین سو کی پیشکش کی تھی! ویٹر میز پر کھانا لگا رہا تھا۔

ادھر اسسٹنٹ منیجر صفدر کا دماغ چاٹ رہا تھا اور صفدر یونہی "اچھا اچھا" کہے جا رہا تھا۔ بات ایک بھی پلے نہیں پڑی تھی۔

آخر منیجر رخصت ہو گیا اور صفدر میز کی طرف بڑھا۔

عمران ویٹر سے پوچھ رہا تھا۔ "یہ انہیں دونوں کے ساتھ رہتی ہے۔"

"جی ہاں جناب!" ویٹر نے جواب دیا! صفدر کو دیکھتے ہی وہ کچھ نروس سا ہو گیا تھا۔

"کچھ کرو پیارے.... ورنہ میں بالکل مر جاؤں گا۔"

"میں کیا کروں صاحب! میں کیا کر سکتا ہوں۔"

"پھر کون کرے گا۔"

"میں کیا بتا سکتا ہوں صاحب!"

"ارے تم کیسے آدمی ہو! نہ کچھ بتا سکتے ہو اور نہ کچھ کر سکتے ہو! کیا میں یہ پلیٹیں تمہارے سر پر توڑ دوں۔"

"جاؤ....!" صفدر ایک طرف ہاتھ اٹھا کر غرایا اور ویٹر چپ چاپ کھسک گیا۔

"ارے! تم کون ہوتے ہو اسے بھگانے والے۔" عمران چڑ کر بولا۔

"ہوش میں آجایئے عمران صاحب ورنہ نتیجہ بہت بُرا ہو گا۔"

"کیوں وہ کیا کہہ رہا تھا۔" عمران نے آگے جھک کر آہستہ سے پوچھا۔

صفدر نے اُسے اپنی گفتگو کا لب لباب بتایا۔

"چلو.... یہ بھی اچھا ہی ہوا۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "ورنہ ہوٹل چھوڑنا پڑتا۔ ادھر پوزیشن یہ ہے کہ مجھے ابھی ابھی اس نیلے اسکرٹ والی سے عشق ہو گیا ہے۔ سوچتا ہوں آج ہی سے اس میں اضافہ شروع کر دوں تاکہ دونوں طرف آگ لگ جائے.. کیوں؟ کیا میں نے کوئی غلط بات کہی ہے۔"

"براہِ کرم مجھے کھانا کھانے دیجئے! ورنہ بھوکا ہی سو رہوں گا۔"

"ارے جاؤ۔" عمران ہاتھ نچا کر بولا۔ "عشق میں نے کیا ہے اور بھوکے تم سو رہو گے! اب اتنا بھی میں جانتا ہوں کہ جسے عشق ہوتا ہے۔ صرف اسی کی بھوک مر جاتی ہے۔ اس کے دوستوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔"

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ آخر آپ کو ہو کیا گیا ہے۔"

"اسی کو تو عشق کہتے ہیں۔" عمران نے بھولے پن سے کہا۔ "دوسروں کی سمجھ میں بھی کچھ نہیں آتا۔"

صفدر بُرا سا منہ بنائے ہوئے نوالے حلق سے اتارتا رہا اور عمران اس طرح کھا رہا تھا جیسے

کھانے کی سات پشتوں پر احسان کر رہا ہو۔

"ازرررم....!" دفعتاً اس نے سر اٹھا کر کہا۔ "بڑے بھائی آگئے۔"

صفدر بھی اسی طرف دیکھنے لگا.... وہی سب انسپکٹر ان کی طرف آرہا تھا۔

جس سے شام کو جھڑپیں ہوئی تھیں۔ مگر وہ تنہا نہیں تھا اس کے ساتھ کیپٹن فیاض بھی تھا۔ صفدر نے سوچا یہ تو بہت بُرا ہوا۔ عمران کے ساتھ اس کا دیکھا جانا کیپٹن فیاض کے علم کی حد تک نامناسب تھا۔ مگر اب کرتا بھی کیا.... وہ نہیں جانتا تھا کہ سراغ رسانی کے ہیڈ کوارٹرز سے فیاض ہی چلا آئے گا۔

"یہی حضرات ہیں!" سب انسپکٹر نے کیپٹن فیاض سے کہا۔

"آہا.... آیئے جناب کھانا حاضر ہے....!" عمران نے فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

"جی نہیں شکریہ!" سب انسپکٹر غرایا.... فیاض نے ایک کرسی کھینچ لی۔ لیکن عمران سے کچھ نہیں بولا۔ البتہ وہ صفدر کو گھور رہا تھا۔

"مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ کے پاس اسلحہ بھی ہے۔" سب انسپکٹر نے عمران سے پوچھا۔

"جی ہاں.... ایک ریوالور اور ایک دو نالی بندوق۔" عمران بھی فیاض کی طرف سے لاپروائی ظاہر کرتا ہوا بولا۔ "ریوالور اپنی حفاظت کے لئے اور دو نالی بندوق کسی فلم ڈائریکٹر کے لئے رکھ چھوڑی ہے۔"

انسپکٹر نے کیپٹن فیاض کی طرف دیکھا۔

"تم بھی بیٹھ جاؤ....!" فیاض نے اس سے کہا۔

"بہت بہتر حضور عالی۔"

اس نے فیاض سے کچھ پیچھے کرسی دھکیلی اور بیٹھ گیا۔

"میرے پاس دونوں کا لائسنس بھی ہے۔ چوکیدار صاحب! ارر ہپ، ارے باپ رے تھانیدار صاحب! حالانکہ دو نالی بندوق لانے کی ضرورت نہیں تھی! مگر میں پہاڑوں پر عموماً دو نالی بندوق لے جاتا ہوں۔ مگر مجھے ابھی تک کوئی فلم ڈائریکٹر نہیں مل سکا۔

"پتہ نہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں۔"

"کئی سال سے ایسی کسی پہاڑن کی تلاش میں ہوں جیسی فلموں میں پیش کی جاتی ہیں۔ شوخ وشنگ۔ لچکتی، تھرکتی ہوئی.... بیل گاڑی پر سوار ہے تو ناچ رہی ہے.... اونٹ پر سوار ہے تو ناچ رہی ہے.... گدھے کی دم پر.... یعنی کہ .... آج تک مجھے ایسی کوئی پہاڑن نہیں مل سکی.... نہیں مل سکی تو میں نے بندوق خرید لی.... اب کسی فلم ڈائریکٹر کی تلاش ہے.... وہ بھی نہیں.... ملتا.... اب بتاؤ میں کیا کروں....!"

"تم جاؤ۔" فیاض نے انسپکٹر کی طرف مڑ کر کہا۔

انسپکٹر اٹھ گیا۔ لیکن فیاض وہیں بیٹھا عمران کو گھورتا رہا.... اور عمران؟

وہ اس طرح سر جھکا کر کھانے میں مشغول ہو گیا تھا جیسے فیاض کو پہچانتا ہی نہ ہو۔ فیاض نے کچھ دیر بعد سگریٹ کیس سے سگریٹ نکالا اور اسے سلگا کر کرسی کی پشت سے ٹک گیا! صفدر کھانا ختم کر چکا تھا۔ فیاض نے اس کی طرف سگریٹ کیس بڑھایا۔

"اوہ.... نہیں شکریہ۔" صفدر نے کہا۔

"لیجئے نا۔" فیاض نے مسکرا کر کہا۔ "آپ سگریٹ تو پیتے ہی ہوں گے۔"

"میرا سیکریٹری میرے سامنے سگریٹ پینے کی جرأت نہیں کر سکتا۔" عمران نے سر اٹھائے بغیر کہا۔

"مگر پولیس رپورٹ میں تو چچازاد بھائی کا حوالہ ہے۔" فیاض آنکھیں نکال کر غرایا۔

"ہمپ" عمران نے سر اٹھا کر کہا۔ چند لمحے فیاض کی آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر بولا۔ "ابھی ابھی میں ایک بوڑھی عورت کو آنکھ مار چکا ہوں۔ اسلئے مجھے آنکھیں نہ دکھاؤ... میں بہت اداس ہوں!"

"اچھا....!" فیاض سر ہلا کر بولا۔ "کیا تم اپنے سیکریٹری کی موجودگی میں معاملے کی بات کرنا چاہتے ہو۔"

"سیکریٹری! ہماری گفتگو کا ایک ایک لفظ نوٹ کرو۔" عمران نے صفدر سے کہا اور ویٹر کو میز صاف کرنے کا اشارہ کیا۔

فیاض پھر خاموش ہو گیا تھا۔ شائد وہ میز صاف کرنے کا منتظر تھا۔ جب ویٹر برتن سمیٹ لے گیا تو اس نے جیب سے ہتھکڑیوں کا جوڑا نکال کر میز پر رکھ دیا۔ صفدر نے اسے کنکھیوں سے دیکھا اور نچلا ہونٹ چبانے لگا۔

"کسی نہ کسی کو تو پھانسی ہونی ہی چاہئے۔" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "دبلی گردن

میں پھندا نہیں لگتا تو کسی موٹی گردن کو تلاش کرو.....!“

”میں تم سے پوچھتا ہوں کہ تم یہاں کیا کر رہے ہو!“ فیاض دانت پر دانت جما کر غرایا۔

”بور مت کرو!“ عمران ہاتھ ہلا کر غرایا۔ ”مجھے اُن گیندوں سے قطعی کوئی دلچسپی نہیں ہے، جو تمہیں یہاں کھینچ لائی ہیں۔“

”تم آج تالاب ہی میں موجود تھے جب قتل ہوا تھا۔“

”بس تو پھر تالاب میں کوئی ایسا خنجر تلاش کرو جس پر میری انگلیوں کے نشانات مل سکیں۔“

”آخر ایسے مواقع پر تمہاری موجودگی کیوں ضرور ہوتی ہے۔“

”سوپر فیاض میں گفتگو کے موڈ میں نہیں ہوں صبح ملنا۔“

”میں تم سے صرف اتنا ہی پوچھنا چاہتا ہوں کہ ہتھکڑیوں کا یہ جوڑا کس کے لئے ہے!“ فیاض نے زہریلے لہجے میں پوچھا۔

”شاید تمہارے لئے.....!“ عمران کا موڈ بگڑ گیا..... لیکن اس نے مزید کچھ کہنے سے پہلے صفدر کو وہاں سے ہٹا دینا ہی مناسب سمجھا۔

”سیکریٹری!“ اُس نے کہا۔ ”تم آرام کرو..... میں شطرنج کی ایک بازی کھیلے بغیر سونے کے لئے نہیں جاؤں گا۔“

صفدر کے چلے جانے کے بعد تھوڑی دیر تک دونوں خاموش رہے پھر عمران نے کہا۔

”میری دانست میں یہ ہتھکڑیاں صرف تمہارے ہی ہاتھوں کے لئے موزوں رہیں گی۔“

”بکواس مت کرو۔“

”یہ میں صرف اس لئے کہہ رہا ہوں مائی ڈیئر سپرنٹنڈنٹ کہ تم خواہ مخواہ دارالحکومت سے یہاں دوڑے چلے آئے ہو! یہ معاملہ تمہارے بس کا نہیں ہے۔“

”تمہیں اس سے سروکار نہ ہونا چاہئے۔“

”اگر مجھے سروکار نہ ہو تو تم کسی کو منہ دکھانے کے قابل بھی نہ رہ جاؤ گے۔ ویسے اگر تم اس کیس کو سمجھ سکے ہو تو یہی بتا دو کہ ان گیندوں سے متعلق کئی وارداتیں ہو جانے کے باوجود بھی لوگ ان کے پیچھے کیوں دوڑتے ہیں۔“

فیاض تھوڑی دیر تک اس کی طرف دیکھتا رہا پھر یک بیک غیر متوقع طور پر نرم لہجے میں

بولا۔ ”یار یہی چکر تو سمجھ میں نہیں آتا۔ تم نے کیا نظریہ قائم کیا ہے۔“

”ابھی کچھ بھی نہیں۔“ عمران نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔ ”اور اگر مجھ پر اسی قسم کی پابندیاں عائد رہیں تو شائد حشر تک کوئی نظریہ قائم نہ کر سکوں۔“

”اوہو..... پابندیوں کی بات چھوڑو۔ وہ تو ابھی ختم ہو سکتی ہیں۔ میں دراصل یہ چاہتا ہوں کہ یہاں سے ناکام واپس نہ جاؤں۔“

”ایسا ہو سکتا ہے کہ تمہاری مدد کروں!“ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ”لیکن اس شرط پر کہ تم مجھ سے یہاں اس ہوٹل میں دوبارہ نہ ملنا۔ دوسری بات یہ کہ میرے سیکریٹری کو اسی وقت یہاں سے ہتھکڑیاں لگا کر لے جاؤ۔ لیکن اسے حوالات میں کوئی تکلیف نہ ہونے پائے... تیسری بات یہ کہ ہوٹل کے ذمہ داروں کو ہدایت کرو کہ مجھے ہوٹل سے نہ نکالیں اور میرے لئے اب یہ پابندی نہیں رہ گئی کہ میں ہوٹل کی کمپاؤنڈ تک محدود رہوں۔“

فیاض تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ”چلو منظور ہے۔“

”آہا ٹھہرو! لیکن تم ابھی اس کی وجہ نہیں پوچھو گے۔“

”یہ بھی منظور ہے!“

”گڈ!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”تو پھر اب کھیل شروع ہو جانا چاہئے۔“

* * *

کچھ دیر بعد ڈائننگ ہال میں اچھا خاصہ ہنگامہ برپا ہو گیا! کیونکہ فیاض صفدر کے ہتھکڑیاں لگا کر لے جا رہا تھا اور عمران ایک میز پر کھڑا دونوں ہاتھ ہلا ہلا کر چیخ رہا تھا۔ ”یہ ظلم ہے۔ سراسر ظلم ہے..... ہم بے قصور ہیں..... ہم کچھ نہیں جانتے!“ لیکن فیاض اُسے ساتھ لئے نکلا چلا گیا۔

دوسرے لوگ عمران کے گرد اکٹھے ہو گئے۔ وہ اس سے صفدر کی گرفتاری کی وجہ پوچھ رہے تھے۔ عمران نے چیخ کر کہا۔ ”انہیں شبہ ہے کہ میرا بھائی بھی گیندوں والے جرائم سے متعلق ہے..... یہ جھوٹ ہے..... بہتان ہے۔“

کچھ لوگ پولیس والوں کو بُرا بھلا کہنے لگے.....!

”میں تو جانتا تھا کہ یہ ہو کے رہے گا۔“ اسسٹنٹ منیجر بولا۔

"آپ جانتے تھے نا....!" عمران ہاتھ ہلا کر چیخا۔ "میں بھی یہ جانتا ہوں کہ اس ہوٹل میں شریفوں کا گذر ناممکن ہے۔"

"آپ ہوٹل کو نہیں بدنام کرسکتے جناب!"

"ہوٹل بدنام ہو کر رہے گا۔ اگلے سیزن پر تم لوگ کوئی اور دھندا کرتے ہوئے نظر آؤ گے۔"

اسسٹنٹ منیجر دوسرے گاہکوں سے انصاف طلب کرنے لگا۔ لیکن شاید اس وقت کوئی اس کا ساتھ دینے کے موڈ میں نہیں تھا۔

پھر کچھ دیر بعد عمران اپنے کمرے میں چلا آیا۔

اس نے صفدر کو بتایا تھا کہ گیند پر جھپٹنے والوں میں سے دو آدمیوں کے چہرے اسے اچھی طرح یاد تھے! اور یہ حقیقت ہے کہ وہ اس وقت بھی ڈائننگ ہال میں ان دونوں آدمیوں میں دلچسپی لیتا رہا تھا۔ نیلے اسکرٹ والی لڑکی انہیں دونوں کے ساتھ تھی اور عمران نے ویٹر سے یہ معلوم کرلیا تھا کہ وہ ان کے ساتھ ہی رہتی ہے۔ لڑکی سفید فام تھی لیکن وہ دونوں دیسی ہی تھے۔

دوسری صبح عمران نے اسسٹنٹ منیجر کو فون پر مطلع کیا کہ وہ اُس کے ہوٹل سے جارہا ہے۔

"مجھے افسوس ہے کہ آپ ایسا نہ کرسکیں گے۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"کیوں؟" عمران کا لہجہ غصیلا تھا۔

"ہمیں پولیس کی طرف سے یہی ہدایت ملی ہے کہ آپ کو سامان سمیت باہر نہ جانے دیں!"

"تم جھوٹے ہو مجھے کوئی نہیں روک سکتا۔"

"اچھی بات ہے کوشش کر کے دیکھئے۔"

"مسٹر منیجر میں تمہیں آگاہ کردینا چاہتا ہوں کہ تم غلطی پر ہو۔ تم مجھے یہاں قید نہیں کرسکتے۔"

"آپ تفریحاً باہر جاسکتے ہیں۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "لیکن آپ کا مستقل قیام یہیں رہے گا۔"

"ارے واہ.... تو کیا میں زندگی بھر یہیں پڑا رہوں گا۔"

"نہیں! صرف اس کیس کے اختتام تک.... پولیس یہی چاہتی ہے۔"

کچھ دیر بعد عمران ہوٹل کی کمپاؤنڈ سے باہر نظر آیا! اس نے ایک ٹیکسی لی اور تار گھر کی طرف روانہ ہوگیا۔

اُسے ٹرنک کال کرنی تھی، جو بلیک زیرو کے لئے تھی.... تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک اسے کال کے لئے منتظر رہنا پڑا۔ خدا خدا کر کے لائن ملی! دوسری طرف سے بلیک زیرو ہی بول رہا تھا۔ عمران نے کوڈورڈ میں اسے مختصراً سب کچھ بتادیا اور ہدایت کی وہ کیپٹن خاور اور لیفٹیننٹ چوہان کو سردار گڈھ کے لئے آج ہی روانہ کردے۔ اس کال کے بعد اُسے اس آدمی کی فکر ہوئی جو گیند کے حادثے میں زخمی ہو کر ذہنی توازن کھو بیٹھا تھا اور اب بھی سرکاری ہسپتال ہی میں تھا۔ مگر وہ بذاتِ خود اس کے متعلق تفتیش نہیں کرسکتا تھا کیونکہ اس کی دانست میں مجرم بہت چالاک تھے اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ ان کی نظروں میں آجائے۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے اب تک کے شبہات رفع کرنے کے لئے اس نے پچھلی رات صفدر کو حراست میں دے دیا تھا۔

وہ یہ بھی پسند نہیں کرتا تھا کہ فیاض یا اس کے محکمے کے ذریعہ تفتیش کرائے ویسے اس میں کوئی دشواری پیش نہ آتی لیکن یہ بھی ضروری نہیں تھا کہ کام اس کے حسب منشا ہی ہوتا۔

وہ پھر ہوٹل میں واپس آگیا۔ اب اس کے چہرے پر نظر آنے والی حماقت میں اداسی کا بھی اضافہ ہوگیا تھا۔

بعض لوگ اُسے ہمدردی اور ترحم سے دیکھ رہے تھے اُس کے چہرے پر مایوسی اور اداسی کی بدلیاں چھائی رہیں۔ پھر شام ہوگئی اور ہوٹل کا ایک حصہ بارونق نظر آنے لگا۔

آج ڈائننگ ہال کی ایک بھی میز خالی نہیں تھی کیونکہ آج یہاں کیبرے کا پروگرام تھا! عمران کو ان لغویات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ لیکن اسے تو بہرحال ڈائننگ ہال میں بیٹھنا تھا۔ لیکن آج وہ اپنی میز پر تنہا تھا۔

ہوٹل کی کئی پیشہ ور لڑکیاں اس کی حماقت آمیز اداسی پر مغموم نظر آنے لگی تھیں لیکن نہ جانے کیوں ان میں سے کسی نے بھی قریب آکر ہمدردی نہیں ظاہر کی تھی۔

آج نیلے اسکرٹ والی بھی تنہا تھی! اُس کے دونوں ساتھی موجود نہیں تھے۔ عمران نے ان کے نام معلوم کرلئے تھے۔ ایک کا نام والٹن تھا اور دوسرے کا گروبر.... دونوں دیسی عیسائی تھے۔ لڑکی کی صحیح قومیت نہیں معلوم ہوسکی تھی! لیکن وہ غیر ملکی ہی تھی اور اس کا نام لزی تھا۔

آج یہ لڑکی نارنجی رنگ کے اسکرٹ میں تھی۔

جب عمران نے محسوس کیا کہ وہ بھی اُسے ترحم آمیز نظروں سے دیکھ رہی ہے تو اس نے

اپنے چہرے پر اور زیادہ سوگ طاری کر لیا اور اس طرح بار بار آنکھوں پر ہاتھ پھیرنے لگا جیسے آنسو بھی پونچھ رہا ہو اور اس پر بور بھی ہو رہا ہو کہ کہیں کوئی دیکھ نہ لے۔

یک بیک وہ لڑکی اپنی میز سے اٹھی اور سیدھی اس کے پاس چلی آئی۔

”تم بہت مغموم ہو۔“ اس نے بیٹھتے ہوئے کہا۔ ”میں تمہارے لئے رنجیدہ ہوں۔“

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں۔“ عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”کیا وہ اسے حوالات میں کھانا دیتے ہوں گے۔ میرے بھائی کو۔“

”اُس کی آنکھوں سے دو سیال دھاریاں گالوں پر ڈھلک آئیں۔“

”ارے! تم اس کی فکر نہ کرو۔ حوالات میں لوگ بھوکے نہیں رکھے جاتے۔“ لڑکی نے کہا۔

”اب وہ حولات سے کیسے نکلے گا۔“

”کیا تم کسی سے ضمانت نہیں دلوا سکتے۔“

”میں یہاں کسی کو نہیں جانتا۔“

”پھر بتاؤ میں تمہارے لئے کیا کروں۔ تم مجھے ننھے سے بچے معلوم ہوتے ہو۔“

عمران پہلے تو بسورتا رہا پھر بازوؤں میں منہ چھپا کر سسکیاں لینے لگا۔

”اوہو شاید یہاں کا ماحول تمہیں تکلیف دہ معلوم ہو رہا ہے۔ چلو باہر چلیں۔“ لڑکی جلدی سے بولی۔

”نہیں! میں کیبرے دیکھوں گا۔“ عمران سسکیاں لیتا ہوا بولا۔ لڑکی کو ہنسی آگئی لیکن پھر اس نے جلدی سے اپنے ہونٹ بھینچ لئے۔

”تمہیں شرم نہیں آتی اس طرح روتے ہو!“ اس نے کہا۔

”آتی تو ہے۔ مگر میں کیا کروں۔ میرا بھائی!“ عمران اسی طرح منہ چھپائے روتا ہوا بولا۔ ”اب وہ مجھے کیسے ملے گا! میں کیا کروں۔“

”اس قسم کی ذہنیت تو تمہیں صبر ہی کرنے پر مجبور کر دے گی۔“ لڑکی نے قدرے جھنجھلاہٹ کے ساتھ کہا۔

”تم ہی کوئی تدبیر بتاؤ... اگر میں اُسے ساتھ لئے بغیر واپس گیا تو ممی مجھے گھر سے نکال دیں گی۔“

”وہ تمہارے ساتھ کیوں نہیں آئی تھیں۔“ لڑکی نے مسکرا کر پوچھا۔

”میرا مذاق نہ اڑاؤ میں بہت مظلوم ہوں۔“

”مگر وہ لوگ تمہیں بھی ساتھ کیوں نہیں لے گئے۔“ لڑکی نے پوچھا۔

”قسمت اچھی تھی ان کی کہ مجھے نہیں لے گئے! ورنہ میں حوالات میں مویشی خانہ بنا دیتا۔“ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا! اب وہ تن کر بیٹھ گیا تھا۔ مگر آنکھوں میں سرخی تھی، بالکل ایسی ہی جیسے بہت دیر تک روتا رہا ہو۔

”کیا یہ سچ ہے کہ تم ذہنی فتور میں مبتلا ہو! یہاں ہوٹل میں یہی مشہور ہے۔“

دفعتاً عمران کو لڑکی کے دونوں ساتھی دکھائی دیئے۔ اُس نے بظاہر ان پر ایک اچٹتی ہوئی نظر ڈالی تھی۔ لیکن حقیقت اس سے پوشیدہ نہیں رہی تھی کہ وہ دونوں لڑکی کو غصیلی نظروں سے گھور رہے تھے۔

لڑکی انہیں دیکھتے ہی اٹھ گئی لیکن وہ اس کی میز پر نہیں رکے۔ شاید وہ اوپری منزل پر اپنے کمروں میں جا رہے تھے۔ لڑکی بھی زینوں کی طرف بڑھ گئی تھی۔ عمران جہاں تھا وہیں بیٹھا رہا۔ مگر کچھ دیر بعد اُسے اٹھنا ہی پڑا کیونکہ وہ ان لوگوں پر نظر رکھنا چاہتا تھا۔

اپنے کمرے میں آ کر اس نے لباس تبدیل کیا اور پلاسٹک کی وہ ناک نکالی جس کے نیچے گھنی مونچھیں بھی موجود تھیں۔ یہ اس کا ریڈی میڈ میک اپ تھا جو اکثر راہ چلتے ہی ہو جاتا تھا۔ ناک کا خول ناک پر فٹ ہو جاتا تھا اور مونچھیں اوپری ہونٹ پر فٹ ہو جاتی تھیں۔ اس نے فی الحال اُسے کورٹ کی جیب میں ڈال لیا۔

مسئلہ مشکل تھا اس لئے اُسے سوچ سمجھ کر ہی قدم اٹھانا تھا۔ یہ بھی ضروری نہیں تھا کہ اس کا شبہ درست ہی نکلتا۔ یعنی وہ تینوں حقیقتاً اس جرم میں ملوث ہی تھے.... ویسے والٹن اور گروبر کو اُس نے بلاشبہ گیند کی طرف جھپٹتے دیکھا تھا اور اسے مد نظر رکھ کر اس نے جو نظریہ قائم کیا تھا اس میں اتنی جان تو تھی ہی کہ وہ کوئی طریق کار متعین کر کے اس پر کچھ وقت صرف کر سکتا۔ وہ کمرے سے نکلا۔ ابھی تک وہ اپنی ہی ناک میں تھا یعنی مصنوعی ناک نہیں استعمال کی تھی۔

ڈائننگ ہال میں پروگرام شروع ہو چکا تھا! ہال کی روشنی گل کر دی گئی اور صرف اسٹیج بے حد روشن تھا۔ لیکن ہال میں بھی اندھیرا نہیں تھا۔ اسٹیج کی روشنی اتنی تیز تھی کہ اس کے عکس نے ہال کو تاریک ہو جانے سے بچا لیا تھا! عمران وہاں رکے بغیر آگے بڑھتا چلا گیا۔

اب وہ انہیں زینوں پر تھا جن سے گذر کر والٹن لزی اور گروبر بالائی منزل پر گئے تھے۔

اب عمران کے چہرے پر مصنوعی ناک اور گھنی مونچھوں کا اضافہ ہوچکا تھا۔ وہ بالکل شرابیوں کے سے انداز میں چلتا رہا.... جیسے ہی وہ دوسری راہداری پر مڑا اُسے وہ تینوں نظر آگئے۔ عمران پیشاب خانوں کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ وہ لوگ قریب ہی کھڑے گفتگو کررہے تھے۔ شاید کوئی مسئلہ زیرِ بحث تھا۔ عمران نے پیشاب خانے میں داخل ہوکر دروازہ بند کرلیا۔

اُن میں سے ایک آدمی کہہ رہا تھا۔ ”فضول ہے اس کے متعلق قطعی نہ سوچو اسے وہم کہتے ہیں! اگر تم کہیں جارہے ہو اور راستے میں تمہیں خیال آجائے کہ لباس میں کسی قسم کا بے ڈھنگا پن پیدا ہوگیا ہے تو تم اس وہم میں مبتلا ہوجاؤ گے کہ سارے راہ گیر تمہارے لباس کے اُسی عیب کو دیکھ رہے ہیں۔ حالانکہ یہ حقیقت نہیں ہوتی کوئی تمہاری طرف دھیان تک نہیں دیتا۔ مگر تم خواہ مخواہ بور ہوتے رہتے ہو۔ اسی طرح اس معاملے میں بھی تمہیں وہم ہوسکتا ہے کہ کچھ لوگ تمہیں شبہے کی نظر سے دیکھتے ہیں۔“

”اُف.... فوہ!“ دوسر بولا۔ ”اتنی لمبی تقریر! آخر تم کہنا کیا چاہتے ہو۔“

”یہی کہ بہت زیادہ احتیاط برتنے کی ضرورت نہیں ہے! ورنہ تم سے لاتعداد غلطیاں سرزد ہوں گی۔“

”یہ منطق میری سمجھ میں نہیں آئی۔“ لزی کی آواز آئی۔

”تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔“ غصیلے لہجے میں جواب ملا! ”تم تو حد سے زیادہ لاپرواہ ہو۔ آخر ایک ایسے آدمی کے ساتھ بیٹھنا کہاں کی عقل مندی تھی جسے.... خیر جانے دو۔ میں فی الحال کسی بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔ بس تم دونوں روانہ ہوجاؤ۔ تمہیں دو گھنٹے کے اندر وہاں پہنچنا ہے۔“

کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر عمران نے قدموں کی آوازیں سنیں جو بتدریج دور ہوتی جارہی تھیں۔ وہ بھی باہر نکل آیا.... اس نے انہیں زینوں کی جانب مڑتے دیکھا۔

کچھ دیر بعد وہ ہوٹل کی کمپاؤنڈ میں تھا۔ گروبر اور لزی باہر آئے شاید انہیں والٹن ہی کی طرف سے کہیں جانے کی ہدایت ملی تھی۔ وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ گئے۔ عمران نے بھی عجلت ہی میں دوسری ٹیکسی سنبھالی تھی۔ لیکن اس کی ٹیکسی اس وقت تک حرکت میں نہیں آئی جب تک کہ اگلی ٹیکسی نے کچھ فاصلہ نہیں طے کرلیا۔

تعاقب سلیقے سے ہورہا تھا۔ عمران کا ٹیکسی ڈرائیور سمجھا تھا شاید وہ اس لڑکی کا تعاقب کررہا تھا اس لئے اس نے موقع نکال کر ایسی بھاگ دوڑ کی کہانیاں چھیڑ دیں اور عمران کچھ دیر بعد اکتا کر بولا۔ ”وہ میری بے وفا بیوی ہے۔“

”ارے.... اُف فوہ۔“ ٹیکسی ڈرائیور بوکھلا کر بولا۔ ”پھر آپ کیا کریں گے۔“

”جہاں وہ جائے گی وہاں میں بھی جاؤں گا۔“

”صاحب کوئی گڑبڑ تو نہیں ہوگی کہ میں خواہ مخواہ دھر لیا جاؤں۔“

”ہاہا.... ارے.... نہیں تم غلط سمجھے! وہ اپنے خالو کے ساتھ جارہی ہے۔“

”پھر آپ نے بے وفا کیوں کہا تھا۔“

”نہیں تو۔ تم نے غلط سنا ہوگا! میں دراصل اسے اس وقت متحیر کرنا چاہتا ہوں۔ ابھی ابھی باہر سے آیا ہوں! اس سے ملاقات نہیں ہوئی.... ہاہا.... بڑا لطف رہے گا۔“

”مگر ڈرائیور شاید اب بھی غیر مطمئن تھا۔“

”میں آپ سے معافی چاہتا ہوں جناب!“ ڈرائیور نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ ”ہم قانوناً کسی دوسری ٹیکسی کا تعاقب نہیں کرسکتے! ہاں پولیس کے لئے ہم مجبور ہیں۔“

”پھر تو کیا میں اتر جاؤں۔“

”آپ خود سوچئے جناب....!“

”پرواہ مت کرو میں اس ٹیکسی کے پیچھے نہیں ہوں بلکہ وہ ٹیکسی میرے آگے ہے یعنی کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہیں کیسے سمجھاؤں۔“

”دفعتاً اس نے ٹیکسی کو ایک عمارت کی کمپاؤنڈ میں مڑتے دیکھا۔ یہ سردار گڈھ کا ایک مشہور نائٹ کلب کریسنٹ تھا۔

”اچھا بھائی لے اتار دے!“ عمران نے کہا۔ ”کان پکڑ لئے.... آئندہ بیوی تو کیا.... بیوی کے باپ کا بھی تعاقب نہیں کریں گے۔“

ڈرائیور نے ٹیکسی سڑک کے کنارے لگادی۔

عمران نے نیچے اتر کر کرایہ ادا کیا اور لنگڑاتا ہوا کریسنٹ کی طرف چلنے لگا۔

”کریسنٹ ایک شاندار نائٹ کلب تھا۔ دور دور تک اس کی شہرت تھی۔ سیزن میں

خصوصیت سے ذی حیثیت سیاحوں سے بھرا رہتا تھا۔ عمران ہال میں داخل ہوا.... آرکسٹرا جاز بجا رہا تھا اور دودھیا رنگ کی روشنی سارے ہال میں بکھری ہوئی تھی۔ اس نے گروبر اور لزی کو جلد ہی دیکھ لیا! میز پر ان دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ آس پاس کی کئی میزیں بھی خالی تھیں۔

عمران نے ایک میز منتخب کی اور ان کی طرف پشت کر کے بیٹھ گیا۔

وہ دونوں خاموش ہی تھے۔ لزی نے کچھ دیر بعد ویٹر کو بلا کر وہسکی اور پورٹ طلب کیں! پھر ویٹر کے جانے کے بعد گروبر سے بولی۔

”والٹن شاید اس بات پر خفا ہو گیا ہے کہ میں اس احمق کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔“

”میرا بھی خیال ہے کہ تم نے غلطی کی تھی۔“

”کیوں؟ ایک نہیں درجنوں آدمیوں کو میں نے اس سے گفتگو کرتے دیکھا ہے“ پھر ہنس کر کہا۔ ”ورنہ تم جانتے ہی ہو کہ میں نے آج تک کسی مرد پر رحم نہیں کیا۔“

”تم اتنی اکڑنے کیوں لگی ہو۔“ گروبر بولا۔

”اس لئے کہ میں تم سبھوں کی عقل ہوں۔“

”اس کے باوجود بھی تمہیں احمقوں پر رحم آتا ہے۔ مگر میں اسے احمق نہیں سمجھتا۔ وہ یقینی طور پر کوئی رنگین مزاج رئیس زادہ ہے اور لڑکیوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے مضحکہ خیز حرکتیں کرتا ہے۔“

”میں تم سے متفق نہیں ہوں۔“

”کوئی دلیل....!“

”ختم کرو! میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتی۔ ہو سکتا ہے کہ میں اسے پسند کرنے لگی ہوں۔“

”آہا.... تم....!“ وہ طنزیہ انداز میں ہنسا۔ ”کیا اب پتھر میں جونک لگے گی۔“

”خاموش رہو۔“ لزی کا لہجہ غصیلہ تھا۔

”جھگڑا کرو گی.... کیوں؟“

لزی نے کوئی جواب نہ دیا! اتنے میں ویٹر شراب کی ٹرے لایا۔

”چلو.... اٹھاؤ!“ لزی بولی۔ ”اب اس وقت میں الجھن پیدا کرنے والی باتیں سننا پسند نہ روں گی۔“

عمران نے اپنے لئے کافی منگائی تھی۔

پھر لزی اور گروبر پیتے اور اوٹ پٹانگ باتیں کرتے رہے۔

عمران سوچ رہا تھا کہ آخر وہ دونوں یہاں کیوں بھیجے گئے ہیں! ویسے ان کی گفتگو سے تو اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس نے ان کے متعلق کوئی نظریہ قائم کرنے میں غلطی نہیں کی۔

”ارے لزی بس!“ دفعتاً گروبر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”آج تو تم پلاتی ہی چلی جا رہی ہو! نہیں اب نہیں۔ کام بھی تو کرنا ہے۔“

”کام کی فکر تمہیں نہ ہونی چاہئے۔ وہ تو مجھے کرنا ہے۔“ لزی نے کہا۔

”ہام“ گروبر کی آواز میں ہلکی سی غراہٹ بھی شامل تھی۔

اس دوران میں عمران نے کرسی بدل لی تھی اور انہیں بخوبی دیکھ سکتا تھا۔ اس نے گروبر کی آنکھوں میں بے اعتباری پڑھ لی! ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اُسے لزی کے بیان پر یقین نہ آیا ہو۔

دفعتاً وہ میز پر دونوں ہاتھ ٹیک کر جھکتا ہوا غرایا۔ ”کیوں؟ کیا کھیل ہے۔“

”کیسا کھیل؟“ لزی کی بھنویں سکڑ گئیں۔

”میں اس روسیاہ کی طرف سے مطمئن نہیں رہتا اس لئے مجھے شبہ ہے کہ وہ بھی مجھے شبہے کی نظر سے دیکھتا ہے۔“

”تم ایسے بُرے الفاظ میں اس کا تذکرہ نہ کرو۔“ لزی نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ”کیونکہ میں اسے پوجتی ہوں۔ وہ میرا ہیرو ہے۔“

”وہ تمہارا ہیرو ہے۔“ گروبر کا لہجہ زہریلا تھا۔ ”لیکن تم شاید اس کے صحیح نام سے بھی واقف نہ ہو! اُس کی شکل بھی نہ دیکھی ہو۔“

”یہی تو سب سے بڑی کشش ہے اُس میں۔“

”جہنم میں جھونکو اُسے!“ گروبر میز پر گھونسہ مار کر غرایا۔ ”اس وقت کی بات کرو۔ تم مجھے یہاں کیوں لائی ہو!“

”میں لائی ہوں.... یا والٹن نے بھیجا ہے۔“

”کیا وہ کام جو میرے علم میں لایا گیا تھا وہی اصلیت ہے یا.... پھر؟“

”میں کچھ بھی نہیں جانتی۔ البتہ ہمیں جو کام کرنا ہے اس کے لئے تقریباً ایک گھنٹے تک

انتظار کرنا پڑے گا۔ مگر میری دانست میں یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ کام ہو ہی جائے کیونکہ اگر وہ نہ آیا تو کیا ہم ہوا کی حجامت بنائیں گے۔“

”کچھ بھی ہو۔“ وہ آگے پیچھے جھولتا ہوا بولا۔ ”تم نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔ اتنی پلادی.... میرا دماغ قابو میں نہیں ہے۔“

”ارے۔ تم کیوں فکر کرتے ہو! میں سب کچھ ٹھیک کرلوں گی۔“

گرو بر کرسی کی پشت سے ٹک گیا اور آنکھیں بند کرلیں۔! لزی اسے ایسی نظروں سے دیکھتی رہی جیسے کام تسلی بخش طور پر ہوا ہے۔

پھر عمران نے گرد بر کو میز پر سر ٹیکتے ہوئے دیکھا۔ وہ بھرائی ہوئی آواز میں آہستہ آہستہ کچھ بڑبڑاتا بھی جارہا تھا۔

ذرا ہی سی دیر میں وہ خاموش ہوگیا! عمران نے لزی کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ دیکھی جسے وہ کوئی مخصوص معنی نہ پہنا سکا۔

”گروبی.... گروبی....“ لزی نے گرو بر کا شانہ ہلا کر آواز دی لیکن کوئی جواب نہ ملا! لزی اس کا شانہ چھوڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگی۔

پھر عمران نے دیکھا کہ تین مختلف گوشوں سے تین آدمی اٹھ کر لزی کی میز کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ یہ تینوں وضع قطع سے مہذب اور تعلیم یافتہ معلوم ہوتے تھے۔ ان کے لباس بھی معمولی نہ تھے۔

لزی ان سے آہستہ آہستہ کچھ کہتی رہی پھر اُن میں سے دو آدمیوں نے گرو بر کی بغلوں میں ہاتھ دے کر اسے اٹھادیا! لیکن وہ اپنی قوت سے کھڑا نہیں ہوسکتا تھا۔! اُس کی آنکھیں اب بھی بند تھیں اور وہ گہری سانسیں لے رہا تھا۔

لزی بھی اٹھ گئی۔ کچھ دیر بعد وہ تیسرے آدمی کے ساتھ آگے چل رہی تھی اور وہ دونوں گرو بر کو زبردستی چلانے کی کوشش کررہے تھے۔ بدقت تمام وہ اُسے کمپاؤنڈ میں لے جاسکے۔

وہاں سے لزی تو تنہا ایک طرف چل دی اور گرو بر ان تینوں کے ساتھ رہ گیا! عمران نے فیصلہ کیا کہ وہ انہیں تینوں کا تعاقب کرے گا۔

اب وہ گرو بر کو ایک جانب گھسیٹنے لگے۔ وہاں کئی ٹیکسیاں بھی موجود تھی۔ لیکن وہ اسے پیدل ہی گھسیٹتے رہے۔ اس سے عمران نے اندازہ کرلیا کہ وہ زیادہ دور نہیں جائیں گے۔ نائٹ کلب کرینٹ کے آس پاس آبادی نہیں تھی۔ البتہ پہاڑوں کے سلسلے دور تک پھیلے ہوئے تھے اور ایسا سناٹا ان پر مسلط تھا جیسے صدیوں سے ان میں کسی قسم کی آواز ہی نہ سنی گئی ہو۔

کلب سے کچھ دور چلنے کے بعد وہ ایک طرف نشیب میں اترنے لگے۔ عمران چٹانوں کی آڑ لیتا ہوا برابر ان کا تعاقب کررہا تھا۔

”ایک جگہ اس نے انہیں رکتے دیکھا۔ گرو بر ان کی گرفت میں کھڑا جھوم رہا تھا اور اُس کے حلق سے بے ہنگم قسم کی آوازیں نکل رہی تھیں۔ مطلع صاف تھا اس لئے تاروں کی چھاؤں میں ان کے تاریک سائے تو کم از کم دیکھے ہی جاسکتے تھے!

دفعتاً کسی نے کہا۔ ”بس اب گرا کر ذبح کرڈالو۔“

لیکن پھر ان میں ابتری پھیل گئی کیونکہ جھومتا ہوا سایہ یک بیک ان کی گرفت سے نکل کر کسی بھوکے بھیڑیئے کی طرح اُن پر ٹوٹ پڑا تھا۔

”کتے کے پلو“ گرو بر غرا رہا تھا۔ ”تم لوگ مجھے دھوکہ نہیں دے سکتے۔ میں پہلے ہی سے جانتا تھا کہ آج کی رات مجھ پر سخت ہے۔“

”عمران نے سوچا کہیں اتنی سخت نہ ہوجائے کہ اندھیرے میں اس کی آنتیں ہی پیٹ سے باہر آجائیں۔ کیونکہ وہ اسے یہاں ذبح کرنے کے لئے لائے تھے۔ ان کے پاس چھرا یقینی طور پر ہوگا۔ یہ سوچ کر اس نے اوپر ہی سے ہانک لگائی۔ ”ارے یہ کیا ہورہا ہے.... کون ہے! عزیز، عبدل، نصیر، موتی، رامو.... دوڑو.... دوڑو.... دیکھو کون لوگ ہیں۔“

”لڑنے والے یک بیک منتشر ہوگئے اور پھر تین سائے تو نشیب میں دوڑتے چلے گئے اور ایک ”بچاؤ بچاؤ“ چیختا ہوا اوپر کی طرف دوڑا۔ عمران بڑی تیزی سے ایک جانب ہٹ کر کھڑا ہوگیا اور پھر جیسے ہی گرو بر اوپر پہنچا عمران نے آہستہ سے کہا ”شکریہ ادا کرو۔“

”تم کون ہو دوست؟“ گرو بر کے لہجے میں اشتیاق تھا۔

”ایک بہت بڑا آدمی۔“ عمران نے جواب دیا۔

”قریب آؤ۔“

”تم اپنی حفاظت کرو۔ مجھے قریب بلانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ میری صورت میں تمہیں

جواہرات جڑے ہوئے نہیں نظر آئیں گے!" عمران نے جواب دیا۔ "مگر ٹھہرو! میں تمہیں یہاں نہیں مل سکتا۔ مجھے بتاؤ کہ اب تم کہاں جاؤ گے ظاہر ہے کہ والٹن اور لزی تمہیں زندہ دیکھنا پسند نہیں کریں گے۔"

"اوہو.... تو تم بہت کچھ جانتے ہو۔"

"ہو سکتا ہے کہ تمہارا خیال درست ہو۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر گروبر نے کہا۔ "میں لال باغ کے ساتویں بنگلے میں تمہیں مل سکوں گا۔"

"اچھی بات ہے.... اب جاؤ۔"

کچھ دیر تک پھر خاموشی رہی۔ لیکن اس بار گروبر نے اس سے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ اس کی بجائے عمران نے اس کے قدموں کی چاپ سنی جو بتدریج دور ہوتی جا رہی تھی۔

◆

دوسری صبح عمران نے ہوٹل میں والٹن اور لزی کو چیک کیا! وہ وہیں تھے۔ اُن کے چہروں پر اسے تشویش کے آثار نہیں دکھائی دیئے تھے۔ گویا انہیں اس کی پرواہی نہیں تھی کہ اُن کے شکار پر کیا گذری۔

گروبر ہوٹل میں نہیں نظر آیا۔ عمران نے پچھلی رات ہی کو اطمینان کر لیا تھا کہ گروبر نے اپنی جائے قیام کے متعلق غلط بیانی نہیں کی تھی وہ لال باغ کے ساتویں بنگلے میں نظر آیا تھا۔ مگر عمران اس سے ملا نہیں تھا۔ بلکہ اس کی لاعلمی میں یہ معلوم کرنے کی کوشش کی تھی کہ وہ اس بنگلے میں موجود ہے یا نہیں۔

کیپٹن خاور اور لیفٹیننٹ چوہان اسی دن سردار گڈھ پہنچ گئے اور انہوں نے عمران کو فون پر اپنی آمد کی اطلاع دی۔ وہ دو مختلف ہوٹلوں میں ٹھہرے تھے۔ غالبًا بلیک زیرو نے بحیثیت ایکس ٹو انہیں اسی قسم کی ہدایت دی تھی۔

عمران نے کیپٹن خاور کو گروبر کی نگرانی پر مامور کر دیا! اور لیفٹیننٹ چوہان کو ہدایت دی کہ وہ والٹن اور لزی پر نظر رکھے....! مگر اس آدمی کا مسئلہ باقی تھا جو ہسپتال میں ایک پاگل مریض

کی حیثیت سے زیرِ علاج تھا.... عمران اس کے متعلق بھی معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اور پھر ابھی تو بہتیری باتیں معلوم کرنی تھیں! مثلاً وہ لوگ جو گیندوں کے شکار ہوئے تھے کون تھے! کس طبقے سے تعلق رکھتے تھے ان کی شناخت بھی ہو سکی تھی یا نہیں۔

اس کے علاوہ لزی والٹن اور گروبر کے معاملات بھی کچھ کم غور طلب نہ تھے۔ پچھلی رات اس نے لزی اور گروبر کی گفتگو سنی تھی۔ گروبر نے کسی "روسیاہ" کا تذکرہ بہت بُرے لہجے میں کیا تھا! جس پر لزی نے خود اُسے بُرا بھلا کہتے ہوئے کہا تھا کہ وہ اُس کا تذکرہ بُرے لہجے میں نہ کرے کیونکہ وہ اس کا ہیرو تھا اور وہ اسے بہت پسند کرتی تھی۔ پھر جب گروبر نے کہا تھا کہ شاید اس نے کبھی اس کی شکل بھی نہ دیکھی ہو، اور نہ یہ جانتی ہو کہ وہ حقیقتاً کون ہے تو اس پر لزی خاموش ہو گئی تھی۔ یہ روسیاہ کون تھا جو لزی کا ہیرو ہونے کے باوجود بھی اس کے لئے ایک نامعلوم آدمی تھا۔ کیا وہ اس کا سربراہ تھا؟ عمران بڑی دیر تک سوچتا رہا۔ گروبر کے انداز گفتگو سے یہی قیاس کیا جا سکتا تھا کہ وہ گم نام "روسیاہ" ان کا سرغنہ ہی تھا اور چونکہ گروبر اُس کے متعلق کوئی اچھی رائے نہیں رکھتا تھا اس لئے اسے ختم کرا دینے کی اسکیم بنائی گئی تھی۔

مگر کیا گروبر اتنی قوت رکھتا تھا کہ اس روسیاہ سے ٹکرا جاتا؟ اب عمران اس مسئلے پر غور کرنے لگا! لزی اور اس کے ساتھی گروبر کو کریسنٹ کلب سے اچھی حالت میں نہیں لے گئے تھے! یعنی اُسے اتنا تیز نشہ ہو گیا تھا کہ وہ اپنے پیروں سے چل بھی نہیں سکتا تھا! لیکن پھر دس یا پندرہ منٹ بعد یک بیک اس طرح ہوش میں آجانا کیا معنی رکھتا تھا؟ اس کا مطلب تو یہی تھا کہ اسے اس حادثے کی اطلاع پہلے ہی سے تھی اور اس نے اتنی زیادہ ہرگز نہیں پی تھی کہ خود کو قابو میں نہ رکھ سکتا۔

عمران کا ذہن پھر والٹن اور لزی کی طرف بہک گیا.... کیا والٹن اس گروہ کا کوئی اہم آدمی ہے؟.... اس کی کیا حیثیت ہے!.... وہ دیر تک اُس کے متعلق سوچتا رہا پھر اٹھ گیا! گھڑی پانچ بجا رہی تھی! اسے چھ بجے کیفے گرین میں خاور اور چوہان سے ملنا تھا! وہ ہوٹل سے نکلا اور کیفے گرین کے لئے ایک ٹیکسی کی! لیکن وہ اس وقت میک اپ میں نہیں تھا۔

کیفے گرین پہنچ کر اُسے تقریباً بیس منٹ تک ان دونوں کا انتظار کرنا پڑا۔ اس دوران میں عمران برابر تاڑتا رہا تھا کہ کہیں اس کا تعاقب تو نہیں کیا گیا۔ لیکن اسے اس قسم کے آثار نظر

ہیں آئے۔

خاور اور چوہان پانچ یا چھ منٹ کے وقفے سے کیفے میں داخل ہوئے تھے۔

"کہئے عمران صاحب کیا چکر ہے!" لیفٹیننٹ چوہان نے ہنس کر پوچھا۔

"ارے یار کیا بتاؤں.... شرم آتی ہے۔" عمران نے شرمیلے انداز میں کہا۔ "میں نے دراصل اپنے ایک نجی کام کے سلسلے میں ایکس ٹو سے درخواست کی تھی کہ مجھے کیپٹن خاور لیفٹیننٹ چوہان چند دنوں کے لئے عطا کئے جائیں۔"

"نجی کام کے لئے ہم لوگ استعمال کئے جارہے ہیں۔" چوہان نے معنی خیز نظروں سے خاور کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"دل کے ہاتھوں مجبور ہوں۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

"کیا مطلب!" خاور نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"پہلے تم مجھے گروبر کے متعلق بتاؤ۔"

"لال باغ کے ساتویں بنگلے میں صرف ایک آدمی رہتا ہے۔ لیکن اس کا وہ حلیہ نہیں ہے جو آپ نے بتایا تھا اور اب اس کا نام بھی گروبر نہیں ہے۔ پھاٹک پر جو نام کی تختی ہے اس پر پی سندرم ایڈووکیٹ تحریر ہے۔"

"حلیہ کیا ہے۔ پیارے.... کپتان صاحب!"

"گول چہرہ.... گھنی مونچھیں.... اور پیشانی پر چوٹ کا لمبا سا داغ۔"

"ہام۔" عمران لمبی سانس لے کر اپنا سر کھجانے لگا۔

حلیہ گروبر کا نہیں تھا۔ اور عمران نے اس بنگلے کے پھاٹک پر کسی کے نام کی تختی بھی نہیں دیکھی تھی! عمران نے سوچا کیا وہ وہاں سے کھسک گیا۔

"تمہیں یقین ہے کہ وہاں اُس حلئے کا کوئی آدمی نہیں ہے جو میں نے تمہیں بتایا تھا۔"

"وہاں اُس بنگلے میں اُس حلئے کا کوئی آدمی نہیں رہتا۔ پڑوسیوں سے میں اس کی تصدیق کر چکا ہوں۔"

"یہ پی سندرم کیسا آدمی ہے۔"

"خوش اخلاق، ہنس مکھ اور دوسروں کے کام آنے والا۔"

"سبحان اللہ....!" عمران بے حد خوش نظر آنے لگا.... انداز بالکل ایسا ہی تھا جیسے پی سندرم خاور کا کوئی رشتہ دار رہا ہو اور عمران نے خاور کا دل رکھنے کے لئے اُس کی تعریف سن کر خوشی ظاہر کی ہو۔

پھر اس نے چوہان کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ "تم کیا خبر لائے ہو۔"

"لڑکی ایک خوبصورت لڑکی ہے عمران صاحب۔" چوہان نے کہا۔

"تمہیں پسند تو نہیں آئی۔" عمران نے گھبرا کر پوچھا۔

"بہت زیادہ عمران صاحب۔"

"بیڈ لک" عمران بسور کر بولا۔ "اب مجھے تمہاری بھی نگرانی کرانی پڑے گی۔"

"کیوں"

"وہ والٹن اور گروبر کو بھی پسند ہے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"پتہ نہیں کیوں مجھے ان لوگوں پر بے حد غصہ آتا ہے۔ جو اُسے پسند کرتے ہیں۔ میں نے تم لوگوں کو اس لئے بلوایا ہے کہ یہ معلوم کرو کہ وہ دونوں اُسے کیوں پسند کرتے ہیں۔"

"اگر یہ حقیقت ہے تو ایکس ٹو پر لعنت بھیجنے کو دل چاہتا ہے۔" چوہان بولا۔

"ضرور بھیجو۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "میں اُس کے لئے کام کرتا ہوں! اِس لئے اُسے میرے کام آنا چاہئے.... میں آج کل بہت پریشان ہوں۔ ابھی تو مجھے اس کا بھی پتہ لگانا ہے کہ خود میں اُسے کیوں اتنا پسند کرتا ہوں۔"

چوہان تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر مسکرا کر بولا۔ "بہت گہرے ہو استاد اصل معاملے کی ہوا بھی نہ لگنے دو گے۔ خیر ہاں تو میں نے والگا سے اُس کا تعاقب شروع کیا تھا۔ وہ تنہا تھی۔ والٹن اس کے ساتھ نہیں تھا وہ سب سے پہلے سول ہسپتال گئی تھی۔" عمران کو وہ پاگل مریض یاد آگیا جو گیندوں ہی کے سلسلے میں زخمی ہو کر سول ہسپتال میں زیرِ علاج تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔

"سول ہسپتال سے وہ کہاں گئی تھی۔"

"یہی بتانے جا رہا تھا۔" وہ حقیقتاً ایک سمجھ میں نہ آنے والی لڑکی ہے.... میں یہ سوچ بھی

نہیں سکتا تھا کہ وہ اُسی ہسپتال میں نرس کے فرائض انجام دیتی ہو گی۔"

"کیا....!" عمران کے لہجے میں حیرت تھی۔

"سب سے پہلے وہ ہسپتال کی عمارت میں گئی تھی اور پھر وہاں سے ہسپتال کے ایک رہائشی کوارٹر میں گئی اور جب وہاں سے دوبارہ برآمد ہوئی تو اس کے جسم پر نرسوں جیسا لباس تھا۔ وہ پھر ہسپتال کی عمارت میں چلی آئی۔ پھر میں نے اُسے جنرل وارڈ کے مریضوں کی خبر گیری کرتے ہوئے دیکھا۔ چھان بین کرنے پر معلوم ہوا ہے کہ وہ شوقیہ یہ کام کرتی ہے۔ اس کے لئے اُسے تنخواہ نہیں ملتی! چونکہ کئی ڈاکٹر اس پر بُری طرح ریجھے ہوئے ہیں لہٰذا اس کے اس شوق کی تکمیل بہ آسانی ہو رہی ہے اور وہ روزانہ تقریباً دو گھنٹے کوئی معاوضہ لئے بغیر وہاں نرس کے فرائض انجام دیتی ہے۔"

"دو گھنٹے بعد وہ کہاں گئی تھی۔" عمران نے پوچھا۔

"دو گھنٹے بعد۔" چوہان نے ایک طویل سانس لی اور خاور کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ "دو گھنٹے بعد پھر ہوٹل میں واپس آ گئی تھی.... قصہ دراصل یہ ہے کہ آج اُس نے مجھے تھکا مارا کیونکہ بیس ہی منٹ بعد وہ دوبارہ باہر جانے کے لئے تیار ہو گئی تھی اور اس بار اس کے ساتھ والٹن بھی تھا.... لیکن براہِ کرم اب یہ نہ پوچھئے گا کہ وہ کہاں گئے تھے۔"

"کیوں؟"

"وہ کہیں بھی نہیں گئے تھے۔"

"کیا بات ہوئی۔"

"وہ کہیں نہیں گئے تھے۔ انہوں نے صرف پورے سردار گڈھ کا ایک چکر لگایا تھا اور اس کے بعد پھر والگا میں واپس آ گئے تھے۔"

"ہوں....!" عمران نے اپنے دیدے نچائے اور کچھ سوچنے لگا۔ پھر بولا۔

"لزی سول ہسپتال میں نرس کے فرائض کب سے انجام دے رہی ہے۔"

"زیادہ دن نہیں ہوئے۔" چوہان نے کہا۔ "صرف ایک ماہ سے! اف فوہ! کتنا فلرٹ کرتی ہے وہ ڈاکٹروں سے۔"

"اب میرا دل چاہتا ہے کہ مجھے گھٹیا ہو جائے۔" عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"کیوں۔!"

"کبھی کسی سے عشق ہوا ہے تمہیں۔" عمران نے بسور کر پوچھا۔

"مجھے اُلو نہ بناؤ پیارے۔" چوہان ہنس پڑا۔

"اچھا۔" عمران نے سعادت مندانہ انداز میں سر ہلا دیا۔

خاور نے لیفٹیننٹ چوہان سے کہا۔ "میرا دعویٰ ہے کہ یہ حضرت اُسی گیند والے کیسوں کے چکر میں ہیں۔ آج مجھے یہاں کیپٹن فیاض بھی نظر آیا تھا۔"

عمران نے اُس پر ایک متفکرانہ نظر ڈالی اور پھر کھڑکی کے باہر دیکھنے لگا۔ اب وہ صرف چوہان اور خاور کی گفتگو سن رہا تھا۔ ان دونوں نے ان کیسوں کے متعلق ایک طویل بحث چھیڑ دی تھی۔ اس کا سلسلہ تقریباً آدھے گھنٹے تک قائم رہنے کے باوجود بھی وہ کوئی نظریہ نہیں قائم کر سکے! آخر عمران نے خاور سے کہا۔ "یہ پی سندرم ایڈووکیٹ اپنے کچھ دلال بھی رکھتا ہو گا۔ مطلب یہ کہ ایسے لوگ جو اُس کے لئے کیس تلاش کرتے ہوں۔"

"ہم نے ابھی اتنی زیادہ معلومات نہیں فراہم کیں۔"

"مجھے کم از کم ایسے ایک آدمی کا نام اور پتہ چاہئے۔"

"کل شام سے پہلے ناممکن ہے!"

"میں اس کے لئے صرف چھ گھنٹے کی مہلت دے سکتا ہوں۔" عمران نے خاور کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"دیکھو یار!" خاور مسکرایا۔ "دھونس دھڑلے سے کام نکالنے کی کوشش نہ کرو۔ ورنہ میں بیزار ہو کر یہاں سے چلا جاؤں گا اور میری جگہ تنویر متعین کر دیا جائے گا۔ پھر سوچو کیسی جوتیوں میں دال بٹے گی۔"

"صرف چھ گھنٹے" عمران کا لہجہ سخت تھا۔

* * *

دوسری صبح ناشتہ کے دوران میں پھر لزی سے ملاقات ہو گئی... وہ خود ہی عمران کی میز پر آئی تھی۔

کچھ دیر تک وہ خاموش بیٹھی رہی اور عمران بھی بالکل ایسے ہی انداز میں سر جھکائے بیٹھا رہا جیسے وہ اُس کے عزیز کی تعزیت کرنے آئی ہو۔

آخر جب یہ خاموشی لزی کو شاید گراں گذرنے لگی تو اس نے پوچھا۔

"تم نے اپنے بھائی کے لئے کیا کیا۔"

"اب اس کے علاوہ اور کیا کر سکتا ہوں کہ اپنی آدھی جائیداد اسی کے نام منتقل کر دوں کیونکہ اُسے تو یقینی طور پر پھانسی ہو جائے گی۔"

"کیا مطلب!" لزی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اب کیا بتاؤں۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔ "پچھلی رات میں نے خواب میں دیکھا ہے جیسے میرے بھائی ہی نے اُسے چھری ماری ہو۔"

"کیا بات ہوئی۔"

"مطلب یہ کہ ایسا ممکن ہے۔!"

"آخر کیوں؟ کیا پہلے سے دشمنی تھی۔"

"نہیں بلکہ اُس گیند کی وجہ سے اُس کا دماغ چل گیا ہوگا۔ گیندوں پر نظر پڑتے ہی وہ پاگل ہو جاتا ہے۔ اور اُسے اس شدت سے غصہ آتا ہے کہ وہ اپنے قریب کھڑے ہوئے کسی آدمی کی گردن تک مروڑ سکتا ہے۔"

"تم مجھے بے وقوف بنا رہے ہو۔" لزی ہنس پڑی۔

"مجھے گہرا صدمہ پہنچا ہے اس بات سے۔" عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "ارے لوگ تو مجھے بیوقوف سمجھتے ہیں! میں کیا کسی کو بے قوف بناؤں گا۔"

"تم نے اُس کی ضمانت کے لئے کوشش کیوں نہیں کی۔!" لزی نے کہا۔

"غیر ضروری ہے اُسے پھانسی تو ہو ہی جائے گی۔ پھر خواہ مخواہ وقت کیوں برباد کیا جائے۔"

"تم عجیب آدمی ہو۔"

"یہ جملہ بھی میرے لئے نیا نہیں ہے! پتہ نہیں کیوں لوگ مجھے بچپن ہی سے عجیب کہتے اور سمجھتے آئے ہیں۔"

"میں نہیں سمجھتی کہ اُس کے خلاف ثبوت مہیا کئے بغیر اُسے کیسے پھانسی دے دی جائے گی۔"

"اوہ.... میں جھوٹ تو نہیں بول سکتا! مجھے صاف صاف کہنا پڑے گا کہ گیند اس کی بہت بڑی کمزوری ہے! اکثر وہ درجنوں گیندیں چبائے بغیر نگل گیا ہے۔"

لزی پھر ہنسنے لگی۔ دفعتاً عمران نے محسوس کیا کہ وہ کچھ بے چین سی بھی نظر آنے لگی ہے۔

لیکن وہ اس کی وجہ نہ سمجھ سکا۔ اس نے کنکھیوں سے ہال کا جائزہ بھی لیا مگر وہ صرف مضطرب تھی کسی طرف متوجہ نہیں تھی! تو پھر وہ کوئی خیال ہی رہا ہوگا جس نے اسے غیر متوقع طور پر مضطرب کر دیا تھا۔

وہ اس طرح اٹھی جیسے بے خیالی میں یہ فعل اُس سے سرزد ہوا ہو۔ پھر یک بیک چونک کر بولی۔ "میں تم سے پھر ملوں گی! مجھے تمہارے بھائی کی گرفتاری پر افسوس ہے۔"

وہ ایک طرف چلی گئی! اور عمران سوچتا ہی رہ گیا کہ آخر اس سے کیا چاہتی ہے اس طرح خواہ مخواہ کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔

کیا یہ لوگ خود اُس کے چکر میں ہیں؟ اُسے پچھلی شام ہی شبہ ہوا تھا جس وقت چوہان نے یہ رپورٹ دی تھی کہ لزی اور والٹن نے سردار گڈھ کے چکر لگائے تھے۔ یونہی بلا مقصد چکراتے پھرنا بھی کسی نہ کسی مقصد کا حامل ضرور رہا ہوگا۔ کہ اس طرح وہ یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ کہیں اُن کا تعاقب تو نہیں ہو رہا؟

اگر یہی بات تھی تو چوہان یقینی طور پر اُن کی نظروں میں آگیا ہوگا۔ اس نکتے پر مزید غور کرنے سے پہلے ہی اُسے ایک خطرے کا احساس ہوا۔ اور وہ سوچنے لگا کہ کہیں خود انہی کی نگرانی نہ شروع ہو گئی ہو۔

اُس نے ناشتہ ختم کیا اور کچھ دیر ہال ہی میں وقت برباد کرنے کے بعد اپنے کمرے میں چلا آیا۔ کمرے کے وسط میں چھوٹی گول میز پر سرخ رنگ کا ایک لفافہ دیکھ کر اسے رک جانا پڑا۔ جب وہ کمرے سے گیا تھا تب اس قسم کا کوئی لفافہ وہاں موجود نہ تھا۔ عمران نے اُسے اٹھایا اور الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ اس پر کوئی تحریر نہیں تھی۔ لیکن اس کے اندر تہہ کیا ہوا کاغذ ضرور تھا۔

عمران نے لفافہ چاک کر کے کاغذ نکالا! کاغذ پر تحریر نظر آئی۔

"میرا خیال ہے کہ ہم سے کوئی بڑی غلطی سرزد ہوئی ہے۔ کیونکہ مجھے محسوس ہو رہا ہے جیسے میرا تعاقب کیا جا رہا ہو۔ چوہان کا بھی کم و بیش یہی خیال ہے، آپ ذرا ہوشیار رہئے گا۔ یہ لوگ بہت چالاک معلوم ہوتے ہیں.... پی سندرم ایڈووکیٹ زیادہ تر فوجداری کے مقدمات کرتا ہے۔ مجھے حالات کا علم ہو چکا ہے! شاید آپ اس سے صفدر کی ضمانت کے سلسلے میں گفت و

شنید کرنا چاہتے ہیں! لیکن گرو بر کا مسئلہ ابھی تک سمجھ میں نہیں آسکا.... ہمیں سارے حالات سے آگاہی ہونی چاہئے۔ ورنہ شاید ہم دھوکا کھا جائیں۔"

"کھا بھی جاؤ....." عمران نے بڑبڑاتے ہوئے خط چاک کردیا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ اب اُسے کیا کرنا چاہئے۔ اُس نے خاور اور چوہان سے میک اپ میں نہ مل کر سخت غلطی کی تھی۔

کچھ دیر بعد اُس نے ایک طویل سانس لی اور بڑبڑایا۔ "اچھا دوستو! اگر تم میرے پیچھے ہو تو میں تمہیں پاگل ہو جانے پر مجبور کردوں گا۔"

اس نے لباس تبدیل کیا اور دروازہ کھول کر راہداری میں اِدھر اُدھر دیکھنے لگا! دونوں طرف سناٹا تھا۔

باہر نکل کر دروازہ مقفل کرنے کے بعد اس نے اپنی ناک پر پلاسٹک کی مصنوعی ناک جمائی اور گھنی مونچھوں پر ہاتھ پھیرتا ہوا زینوں کی طرف بڑھ گیا۔

ہال میں لزی پھر دکھائی دی! اس بار اس کے ساتھ والٹن بھی تھا۔ عمران نے سوچا کہ اگر کچھ دیر ان لوگوں سے بھی صحبت رہے تو کیا بُرا ہے ہو سکتا ہے بے خبری کے عالم میں اُن کی زبان سے کوئی ایسی بات نکل ہی جائے جس پر وہ اپنی تفتیش کی بنیاد رکھ سکے۔

وہ ان کے قریب ہی کی ایک میز پر بیٹھ گیا! فاصلہ اتنا تھا کہ اگر وہ آہستہ گفتگو کرتے تب بھی عمران کچھ نہ کچھ تو سن ہی لیتا۔

لزی والٹن سے کہہ رہی تھی۔ "میں اب بہت شدت سے بور ہو رہی ہوں۔ یہ سلسلہ ختم ہونا چاہئے۔"

"سلسلہ ختم کرنا ہمارے بس میں نہیں ہے۔" والٹن بولا۔

"پھر بتاؤ! میں کیا کروں! اب میں کچھ دن صرف آرام کرنا چاہتی ہوں۔"

"یہ کھیل تو اب ختم ہی سمجھو۔" والٹن بولا۔ "کیوں کہ اب یہ مخدوش ہو گیا ہے۔"

"ہاں۔" لزی نے ایک طویل سانس لی، کچھ دیر تک خاموش رہی پھر بولی۔ "گرو بر کے مسئلے میں تم خاموش ہو! میں نہیں سمجھ سکتی کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ تمہاری دانست میں وہ ناقابلِ اعتماد تھا! اس لئے تم نے اُسے راستے سے ہٹا دینا چاہا تھا۔ لیکن وہ نکل گیا۔"

"اس کی تلاش جاری ہے۔" والٹن نے کہا۔ اس تذکرے پر وہ کچھ متفکر سا نظر آنے لگا تھا۔

"کیا تمہیں اُس کے متعلق کوئی ہدایت ملی تھی۔" لزی نے پوچھا۔

"نہیں! اتنے اختیارات مجھے بھی ہیں کہ میں ایسے معاملات سے خود ہی نپٹ لوں۔"

"لیکن تم نہیں نپٹ سکے۔" لزی نے کہا۔ "ہو سکتا ہے تمہاری یہ غلطی ہم پر تباہی نازل کرے۔"

"اوہ ختم کرو۔" والٹن بُرا سا منہ بنا کر غرایا۔

"اچھا اب اس احمق کے متعلق تم نے کیا سوچا ہے۔"

"تم کیوں کان کھا رہی ہو میرے۔"

"اس لئے کہ تم مجھ پر اعتماد کرنا چھوڑ دو۔"

"کیا مطلب!" والٹن کی بھنویں تن گئیں۔

"میں تم سے بحث کرتی ہوں۔ بعض اوقات مخالفت بھی کر بیٹھتی ہوں۔ گرو بر کا بھی یہی رویہ تھا۔"

دفعتاً والٹن مسکرایا اور پیار بھری نظروں سے اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔ "جس دن اس کی نوبت آئی میں تمہارے ہاتھ میں ایک ریوالور دے کر کہوں گا کہ والٹن کی چھاتی کا نشانہ لو اور ٹریگر دبا دو۔"

"میں نہیں سمجھی تم کیا کہہ رہے ہو۔"

"اُس نے ایک دن تم سے اظہارِ عشق کیا تھا اور تم خفا ہو گئی تھیں۔"

"صاف صاف کہو!" لزی نے غصیلی آواز میں کہا۔

"میں اسے پسند نہیں کرتا کہ کوئی تم سے اظہارِ عشق کرے۔"

"کیا تم پاگل ہو گئے ہو۔" لزی غرائی۔ "تمہیں میرے ذاتی معاملات سے کیا سروکار! اور میں اسے ایک ذلیل حرکت سمجھتی ہوں کہ کسی کی ٹوہ میں رہا جائے۔" قبل اس کے کہ والٹن کچھ کہتا عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔ "ارے واہ! کسی کی ٹوہ میں رہنا ذلیل حرکت کیسے ہو سکتی ہے!"

وہ دونوں چونک کر اس کی طرف مڑے۔ پہلے والٹن کی آنکھوں میں حیرت نظر آئی اور پھر یک بیک وہ بپھر گیا۔

"کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔" اس نے گرج کر کہا۔

”نہیں تو.... کسی دشمن نے اڑائی ہو گی۔“ عمران کا جواب تھا۔

”تم ہماری گفتگو میں دخل دینے والے کون ہو۔“

”بس دخل ہی دینے والا ہوں۔“

”کیا تم جھگڑا کرو گے۔“ والٹن کے نتھنے پھولنے پچکنے لگے۔

”میں کسی طرح بھی تم سے کمزور نہیں پڑوں گا۔“ عمران نے اُسے چیلنج کیا۔

”اگر میں تمہارے منہ پر تھپڑ رسید کر دوں تو کیسی رہے گی۔“ لزی غرائی۔

”ارے باپ رے۔“ عمران بوکھلا کر بولا۔ ”تب تو یہ مصنوعی ناک اور مونچھیں ایک سیکنڈ میں تباہ ہو کر رہ جائیں گی۔“

والٹن اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اُس کی آنکھوں سے درندگی اور وحشت جھانک رہی تھی۔ دوسرے ہی لمحہ میں وہ عمران کے سر پر تھا۔

”بیٹھیے.... بیٹھیے.... جناب!“ عمران بوکھلا کر بولا۔ ”آپ شاید خفا ہو گئے!“

”تم کون ہو!“ والٹن سانپ کی طرح پھپھکارا اور ساتھ ہی وہ بیٹھ بھی گیا۔

”وہی بد نصیب جس کے بھائی کو پولیس لے گئی تھی!“ عمران نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

”اس کا مطلب!“ اس نے مونچھوں کی طرف اشارہ کیا۔

”میں لزی کی ٹوہ میں رہتا ہوں۔“ عمران نے بڑی سادگی سے جواب دیا۔ ”مگر اس وقت اس کی زبان سے یہ سن کر بڑی کوفت ہوئی کہ کسی کی ٹوہ میں رہنا ذلیل حرکت ہے۔“

”میں پوچھتا ہوں کہ تم کیوں رہتے ہو اس کی ٹوہ میں!“ والٹن نے میز پر ہاتھ مار کر کہا۔

”اکیلے میں ہی نہیں ہوں! اس کام کے لئے میں دو آدمیوں کو بھاری تنخواہیں دے رہا ہوں! وہ بھی ان کی ٹوہ میں رہتے ہیں۔“

”دیکھو دوست! میرے کوٹ کی جیب میں پستول ہے اور اس کا رخ تمہارے سینے کی طرف ہے۔ انگلی کے ہلکے سے اشارے پر تمہارے سینے میں سوراخ ہو جائے گا۔ ایسے مواقع پر میں یہ نہیں دیکھتا کہ آس پاس کتنی بھیڑ ہے۔“

”ارے.... ب.... باپ رے۔“ عمران کانپنے لگا۔

”اٹھو اور زینے کی طرف چلو!“ والٹن نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

”یار معاف کر دو! اب کبھی کسی کی ٹوہ میں نہیں رہوں گا۔“ عمران گھگھیایا۔

”اٹھو! ورنہ میں دباتا ہوں ٹریگر۔“

عمران چپ چاپ اٹھ گیا۔

والٹن بولا۔ ”پیچھے مڑ کر نہ دیکھنا بس چپ چاپ چلتے رہو۔“ عمران کی چال میں لڑکھڑاہٹ تھی۔ ”ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے بہت زیادہ خوف زدہ ہو گیا ہو۔ اس نے زینے طے کئے! والٹن اس کے پیچھے چل رہا تھا۔ اس نے اپنے کمرے کے سامنے اُسے رکنے کو کہا اور لزی سے بولا۔ ”کمرہ کھولو۔“

لزی اس کے ساتھ ہی آئی تھی۔ لیکن اُس کی آنکھوں میں شدید ترین الجھن کے آثار نظر آ رہے تھے۔

اس نے کمرہ کھولا اور والٹن نے عمران کی گردن پکڑ کر اُسے اندر دھکیل دیا۔ عمران نے مزاحمت نہیں کی۔

لزی نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔ والٹن کی جیب سے پستول نکل آیا تھا۔

”بیٹھ جاؤ۔“ وہ پستول سے کرسی کی طرف اشارہ کر کے غرایا۔ لزی کھڑی پلکیں جھپکا رہی تھی۔

”جھوٹ بول کر تم کامیاب نہیں ہو سکو گے۔“ والٹن نے کہا۔

”پہلے تم مجھے یہ بتاؤ کہ کسی کی ٹوہ میں رہنا ذلیل حرکت کیوں ہے؟“ عمران نے لزی کی طرف دیکھ کر غصیلے لہجے میں کہا۔ ”اسی جملے نے میرے آگ لگا دی تھی! ورنہ مجھے کیا پڑی تھی کہ خواہ مخواہ تمہاری گفتگو میں دخل دیتا۔“

”تم کیوں تھے اس کی ٹوہ میں۔“ والٹن نے گرج کر پوچھا۔

”کیوں نہ ہوتا۔“ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ”اس سے پوچھو کہ یہ اتنی خوبصورت کیوں ہے؟“

”کیا بکواس کر رہے ہو تم۔“ لزی بگڑ گئی۔

”اچھا چلو تم بڑی بدصورت ہو! خدا کرے لولی لنگڑی بھی ہو جاؤ۔“

لزی کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ والٹن بول پڑا۔ ”تمہیں یہاں کس نے بھیجا ہے۔“

”ممی اور ڈیڈی نے!“ عمران نے بڑی سادگی سے کہا۔ ”ان کا خیال تھا کہ سردار گڈھ میں

میرا جی بہل جائے گا۔“

“ممی کے بچے میں تمہیں فنا کر دوں گا۔” والٹن دانت پیس کر بولا۔

“بس! بس! معلوم ہو گیا! ابھی تک صرف تم ہی ملے ہو۔”

“کیا مطلب!” والٹن نے کہا اور مضبوطی سے ہونٹ بند کر کے اُسے گھورنے لگا۔

“مطلب یہ کہ یہ میری ہے! میں اس کو بچپن ہی سے خواب میں دیکھتا آیا ہوں۔ اب ملی ہے اتنے دنوں بعد.... میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کوئی اسے چاہتا تو نہیں ہے۔”

“میں تمہارا سر توڑ دوں گی۔” لزی اس کی طرف گھونسہ تان کر جھپٹی۔

“ٹھہرو۔” والٹن نے اس کا بازو پکڑ کر روک لیا۔

“میں اسے اس بکواس کا مزہ چکھاؤں گی۔”

“ارے جاؤ۔” عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔ “تم مجھ سے تگڑی ہو گیا۔ بد تمیزی کرو گی تو دو چار جھاپڑ جھاڑوں گا۔ اپنی محبت سے سب چلتا ہے۔”

“محبت کے بچے خاموش رہو۔” لزی دانت پیس کر چیخی۔

“تم میک اپ میں کیوں ہو۔” دفعتاً والٹن نے اُس سے نرم لہجے میں پوچھا اور ریوالور والا ہاتھ بھی نیچے جھکا لیا۔

“اُس نے مجھ سے یہی کہا تھا کہ میک اپ میں تمہیں کوئی پہچان نہ سکے گا۔ ورنہ یہ کم بخت مونچھیں تو بُری طرح چبھتی ہیں۔”

“کس نے کہا تھا۔”

“اب میں نام تھوڑا ہی جانتا ہوں۔ بہت شریف آدمی ہے بیچارہ مجھ سے کہہ رہا تھا کہ تمہارے بھائی کو بھی رہا کرا دوں گا۔”

“نام نہیں جانتے تو حلیہ ہی بتاؤ۔” والٹن کا لہجہ بدستور نرم رہا۔

“نہیں بتاؤں گا! کیوں بتاؤں۔!”

“اچھا یہی بتا دو کہ اُس نے تمہیں اس کام پر کیوں آمادہ کیا تھا۔”

“کچھ بھی نہیں۔ ارے جب ستارے ٹھیک ہوتے ہیں تو سب کچھ ہو جاتا ہے۔ میں اپنے کمرے میں بیٹھا رو رہا تھا کہ وہ نیک دل آدمی میرے پاس آیا اور بولا کہ اے شریف آدمی اس طرح نہ رو! تیرے گردش کے دن ختم ہو گئے! میں تیرے بھائی کو ضمانت پر رہا کرا دوں گا! اور تیرے دل کی کلی بھی کھلے گی۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تجھے ایک لڑکی سے محبت ہو گئی ہے اور تو اُسے حاصل کرنا چاہتا ہے یہ ممکن ہے ایسا ہو سکتا ہے مگر اسی وقت جب تو یہ معلوم کر سکے کہ وہ کسی دوسرے سے تو محبت نہیں کرتی۔ پھر اُس نے طریقہ بتایا کہ میں کس طرح اس کے متعلق معلومات حاصل کر سکوں گا۔ یہ دیکھو۔” عمران نے اپنی مصنوعی ناک مونچھ سمیت چہرے سے ہٹا دی اور پھر بولا۔ “اس سے میری شکل ہی بدل جاتی ہے اور چزی کے پیچھے پھرتا رہتا ہوں.... وہ مجھے کبھی نہیں پہچان سکی! ہاہا!”

“اس کا نام چزی نہیں لزی ہے۔” والٹن مسکرایا۔

“تم خواہ مخواہ وقت برباد کر رہے ہو۔” لزی نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

“تم نیچے جاؤ! میں ان سے کچھ دیر گفتگو کرنا چاہتا ہوں! یہ تو بہت نیک اور صاف گو آدمی معلوم ہوتے ہیں۔”

لزی چند لمحے والٹن کو گھورتی رہی پھر دروازے کی طرف گھوم گئی اس کے جانے کے بعد والٹن نے دروازہ بند کیا اور عمران سے بولا۔

“کیا واقعی تم اسے چاہتے ہو۔”

“دل و جان سے بھائی صاحب۔” عمران کے دانت نکل پڑے۔

“میں خود بھی اس کے لئے کسی اچھے سے شوہر کی تلاش میں تھا۔” والٹن نے سنجیدگی سے کہا۔ “یہ ایک یتیم لڑکی ہے۔”

“ارے.... واہ یتیم تو میں بھی ہوں! بس بڑے بھائی کرا دو شادی۔”

“اوں.... ہوں.... یوں نہیں.... پہلے تم یہ بتاؤ کہ تمہارا ذریعہ معاش کیا ہے۔”

“میرا بزنس ہے دارالحکومت میں۔”

“بزنس.... کس چیز کا بزنس....!”

“امپورٹ.... ایکسپورٹ۔”

“کتنی آمدنی ہو گی۔”

“میں نے آج تک یہ جاننے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی کہ میری آمدنی کتنی ہے۔”

"خیر.... یہ شادی ہو سکتی ہے۔ مگر تم کوشش کرو کہ لزی تمہیں پسند کرنے لگے۔!"

"کیسے کوشش کروں۔" عمران نے بے بسی سے کہا۔ "میں اب تک درجنوں لڑکیوں کے لئے کوشش کر چکا ہوں لیکن کسی نے بھی مجھے پسند نہیں کیا۔"

والٹن عمران کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اُسے سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو! عمران کے چہرے پر حماقت کے آثار کچھ اور زیادہ گہرے ہو گئے تھے۔

"دیکھو دوست!" اُس نے کچھ دیر بعد کہا۔ "میں تمہارے لئے بہت کچھ کر سکتا ہوں مگر شرط یہ ہے کہ تم مجھے اپنا سمجھو۔"

"ارے.... بالکل.... بالکل اپنے ہو بڑے بھائی! اگر لزی سے میری شادی ہو جائے تو میں تمہیں اپنا باپ تک بنا سکتا ہوں۔" عمران نے گرم جوشی کا اظہار کیا۔

"تمہیں وہ شخص دراصل تباہ کرنا چاہتا ہے!" والٹن بولا۔

"کون....!"

"وہی جس نے تمہیں لزی پر نظر رکھنے کا مشورہ دیا تھا۔"

"ارے نہیں وہ تو بڑا اچھا آدمی ہے۔ وہ مجھے تباہ کیوں کرنے لگا۔"

"اچھا.... تو کیا تم اُسے مجھ سے بھی اچھا سمجھتے ہو۔"

"ارر.... دیکھو بڑے بھائی! ہر ایک کی بات الگ ہوتی ہے۔ یعنی کہ وہ اپنی جگہ پر اچھا ہے.... اور تم اپنی جگہ پر.... یعنی کہ یوں سمجھ لو.... یعنی کہ.... اب کس طرح سمجھاؤں.... بات پیٹ میں ہے۔ زبان پر نہیں آتی۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے! تم ایک اچھے آدمی ہو اس لئے کسی کو بھی بُرا نہیں سمجھتے! خیر اسے جانے دو! اب میں تمہیں ایک خاص بات بتاؤں! اس لزی کے چاہنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور وہ مختلف طریقوں سے اُسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں انہیں اس کی بھی فکر رہتی ہے کہ وہ اُس کے چاہنے والوں کی تعداد معلوم کریں! خود نہیں معلوم کر سکتے کیونکہ مجھ سے ڈرتے ہیں اس لئے تم جیسے سیدھے سادے آدمیوں کی تلاش میں رہتے ہیں اب اس کے کسی چاہنے والے نے تمہیں پھانس لیا ہے، محنت تم کر رہے ہو لیکن شاید فائدہ اُسے پہنچ جائے اور تم یونہی رہ جاؤ۔"

"بات کچھ کچھ سمجھ میں آ رہی ہے۔" عمران نے آہستہ سے کہا اور کچھ سوچتا ہوا سر ہلانے لگا۔

"آ رہی ہے.... نا.... ارے تم اُسے مفت کے مزدور ملے ہو.... کیا اب بھی اس کا نام یا حلیہ نہ بتاؤ گے۔ بتاؤ تاکہ میں بروقت اس کا انتظام کر سکوں۔"

"ضرور بتاؤں گا۔" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ وہ آدمی مجھے الو بنا رہا ہے۔"

"قطعی الو بنا رہا ہے، دوست! اور تم اس کی راہ صاف کرنے کا ایک بہترین ذریعہ ثابت ہو سکتے ہو۔"

"ارے میں اُسے زندہ دفن کر دوں گا۔" عمران مٹھیاں بھینچ کر بولا۔

"یوں نہیں۔" والٹن اپنی بائیں آنکھ دبا کر بولا۔ "جس طرح وہ مکر کر رہا ہے اسی طرح تم بھی مکر سے مارو.... خواہ مخواہ ہنگامہ کرنے کی کیا ضرورت ہے!"

"اچھا.... پھر بتاؤ میں کیا کروں۔"

"اس کا حلیہ ہی بتاؤ.... اگر نام معلوم نہیں۔"

عمران اس انداز میں سوچنے لگا جیسے اُس کا حلیہ یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہو! پھر اُس نے بڑے اطمینان سے گرو بر کا حلیہ دُہرایا۔

"اوہ....!" والٹن کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں.... وہ ہکلایا۔ "تت.... تو.... کیا.... وہ روزانہ تم سے ملتا ہے۔"

"ہاں.... کہیں نہ کہیں مل ہی جاتا ہے۔ ورنہ پھر رات کو کمرے میں آتا ہے۔"

"تو تم اُسے اب تک کی رپورٹ دیتے رہے ہو۔"

"ہاں پھر کیا کرتا.... مگر اب اُس سے نپٹ لوں گا۔"

"نہیں.... نہیں! جلد بازی سے کام بگڑ جائے گا۔ تم اب بھی اس سے اسی طرح ملتے رہو۔"

"ارے ابھی تو کہہ رہے تھے....!"

"تم سمجھے نہیں! مطلب یہ کہ مناسب موقع پر ہم اُس سے نپٹ لیں گے۔ ابھی تم یونہی چلنے دو۔"

"تمہاری مرضی!" عمران نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی لیکن پھر یک بیک مغموم

نظر آنے لگا۔

"کیوں دوست کیا بات ہے۔۔۔۔!"

"میرا بھائی۔۔۔۔" عمران کی آواز گلو گیر ہوگئی۔

"اوہ بالکل پرواہ نہ کرو!" وہ بڑی بے تکلفی سے اُس کے شانے پر ہاتھ مار کر بولا۔ "میں ذمہ لیتا ہوں کہ اُسے ضمانت پر رہا کرالاؤں گا۔"

"میرے پیارے بھائی! عمران بڑی گرم جوشی سے اس کا ہاتھ دبا کر رہ گیا۔

"مجھے اپنا دوست سمجھو! اس پر مجھے افسوس ہے کہ میں نے خواہ مخواہ تم پر پستول نکال لیا تھا۔ بات دراصل یہ ہے کہ لزی کی حفاظت کے لئے ہر وقت مسلح رہنا پڑتا ہے۔ ایک بار کوئی اُسے زبردستی اغوا کرلیجانے کی کوشش کرچکا ہے۔"

"مار ڈالوں گا۔۔۔۔" یک بیک عمران اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ "ہر ایسے آدمی کو مار ڈالوں گا جو اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی دیکھے گا۔۔۔۔ زبردستی۔۔۔۔ اغوا۔۔۔۔ زبردستی اغوا۔۔۔۔!"

بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے عمران پر دورہ پڑ گیا ہو۔

"ارے ارے۔۔۔۔" والٹن بوکھلا کر اس کی طرف جھپٹا! لیکن عمران بدستور دیوانوں کے سے انداز میں "زبردستی اغوا" کی تکرار کرتا رہا! دانتوں پر دانت بڑی سختی سے جمے ہوئے تھے! انگاروں کی طرح دہکتی ہوئی آنکھیں حلقوں سے نکلی پڑ رہی تھیں۔ اور اس کا سارا جسم کانپ رہا تھا۔ والٹن نے اسے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ لیکن اس کی حالت میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔

"اوہو۔۔۔۔ ارے سنو۔۔۔۔ سنو تو سہی۔"

"زبردستی اغوا۔۔۔۔ زبردستی اغوا۔۔۔۔ زبردستی اغوا۔"

آہستہ آہستہ اس کی آواز کا جوش و خروش کم ہوتا جارہا تھا۔ اور آنکھیں بھی سکڑتی جارہی تھیں! پھر والٹن کو اُسے اپنے بازوؤں پر سنبھالنا پڑا۔۔۔۔ کیونکہ اُس کی دانست میں بیہوش ہوگیا تھا! وہ چند لمحے اُسے اسی طرح سنبھالے کھڑا رہا پھر بہ آہستگی فرش پر لٹا دیا۔

تھوڑی دیر بعد عمران دور ہوتے ہوئے قدموں کی آوازیں سن رہا تھا۔ والٹن کمرے سے جاچکا تھا لیکن دروازہ مقفل کرنے کی آواز عمران نے نہیں سنی تھی۔ وہ اسی طرح آنکھیں بند کئے فرش پر پڑا رہا۔ کچھ دیر بعد اُس نے پھر قدموں کی آواز سنی لیکن آنکھیں نہیں کھولیں۔ البتہ

اندازہ کرلیا کہ آنے والے دو ہی ہوسکتے ہیں۔

"یہ آدمی میری سمجھ میں ابھی تک نہیں آیا۔" عمران نے لزی کی آواز سنی۔

"کیا یہ ایک شاندار ایڈونچر نہیں ہوگا کہ تم ایک نیم دیوانے اور احمق کی محبوبہ بنو۔" یہ والٹن کی آواز تھی لزی کی کھنکھناتی ہوئی ہنسی سے کمرہ گونج اٹھا۔

"جانتی ہو! اس نے کس کا حلیہ بتایا ہے۔" والٹن نے کہا۔

"کس کا!"

"گروبر کا۔"

"نہیں۔"

"یقین کرو! گروبر ہی نے اُسے ہمارے پیچھے لگایا ہے۔"

"مگر کیوں؟ اگر اسے ٹکرانا ہی ہے تو ٹکرا جائے اس سے کیا فائدہ پہنچے گا۔" لزی نے کہا۔

"گروبر کو میں نے محض اس لئے راستے سے ہٹانا چاہا تھا کہ وہ نقاب پوش کے چکر میں پڑ گیا تھا اور اسے بے نقاب کردینے کی فکر میں تھا۔ اُس کی یہ خواہش اب شدت سے بھڑک اٹھی ہوگی لہٰذا خود سامنے آنے کی بجائے اس نے احمق کو استعمال کرنا مناسب سمجھا! بہرحال لزی ہوشیار رہو۔ وہ ہم پر تباہی بھی لاسکتا ہے۔"

"تم نے مجھے آج تک یہ نہ بتایا کہ نقاب پوش اس مسئلے کو کیسی نظر سے دیکھتا ہے۔"

"وہ قطعی بے تعلقی کا اظہار کر رہا ہے! اُس کا خیال ہے کہ ایک ہزار گروبر بھی اس تک نہ پہنچ سکیں گے اور یہ حقیقت بھی ہے۔۔۔۔ ہم میں سے کون اُسے جانتا ہے۔۔۔۔ کون اس کے ٹھکانے سے واقف ہے۔۔۔۔ اگر آج ہم پر کوئی افتاد پڑ جائے تو اس کا بال بھی بیکا نہیں ہوگا۔ وہ ہر حال میں محفوظ رہے گا اور یہ حقیقت محض کہانی معلوم ہوگی کہ ہم کسی دوسرے کے لئے کام کرتے رہے ہیں۔"

"مگر ہم آج تک کسی خطرے سے دوچار نہیں ہوئے۔" لزی بولی۔

"وہ بے حد چالاک ہے اور ہمیں ہر موقع پر بچاتا رہتا ہے۔۔۔۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو گروبر کب کا ٹوٹ چکا ہوتا۔"

"خیر ختم کرو۔" لزی نے کہا۔ "اب اسے کس طرح ہوش آئے گا۔"

"خود بخود۔" والٹن نے جواب دیا۔ "میں نہیں چاہتا کہ میرے کمرے میں اس کے لئے ڈاکٹر طلب کیا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔"

کچھ دیر تک خاموشی رہی اور عمران دل ہی دل میں مسکراتا رہا پھر اُس نے والٹن کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا۔

"لزی تمہیں اس احمق کو بہت ہی احتیاط سے ہینڈل کرنا ہے۔ اگر گرو بر ہاتھ آگیا تو میں اسے تمہارا ہی کارنامہ سمجھوں گا۔"

"آہا.... ایک بات سمجھ میں نہیں آتی۔" لزی بولی۔ "آخر یہ گرو بر نقاب پوش کے چکر میں کیوں پڑ گیا تھا۔"

"ہم میں سے کون نہیں ہے اس کے چکر میں! صرف نیت کا فرق ہے۔ گرو بر شائد اس فکر میں تھا کہ اُس تک پہنچ کر اُسے بلیک میل کرے۔ ہم تو محض اس لئے اُسے جاننا چاہتے ہیں کہ وہ ہمارا چیف ہے۔"

"پتہ نہیں کیوں.... اوہ.... دیکھو وہ ہوش میں آرہا ہے۔"

عمران نے ایک جھرجھری سی لی تھی! اور آنکھوں کے پپوٹے گردش میں آگئے تھے۔ پھر یک بیک وہ حلق سے بلی کی سی آواز نکالتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

"اوہو.... کیسی طبیعت ہے تمہاری۔" لزی اس کی طرف جھپٹی۔

"ارے باپ رے۔" عمران بوکھلا کر ایک طرف کھسک گیا اور لزی بے ساختہ ہنس پڑی! والٹن بھی مسکرا رہا تھا۔

* * *

اب عمران پر والٹن کی حیثیت واضح ہو گئی تھی۔ قیاس تو پہلے بھی یہی تھا لیکن محض قیاسات کی بناء پر نہ کوئی نظریہ قائم کیا جاسکتا ہے اور نہ راہِ عمل ہی متعین کی جاسکتی ہے۔ اب اس کا یقین ہو جانے پر کہ والٹن محض آلہ کار ہے اس مسئلے پر باقاعدہ طور پر سوچنا شروع کر دیا تھا۔

لزی اس سے بہت قریب آگئی تھی اور وہ ہر وقت اس آدمی کی تاک میں رہتی تھی جس کے اکسانے پر عمران نے اس کی اور والٹن کی نگرانی شروع کی تھی۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس سلسلے میں اسے مایوسی ہی ہونی تھی۔ بھلا گرو بر تھا ہی کہاں کہ ان کے درمیان آٹپکتا۔

لزی اور والٹن کو جھانسا دینے کے بعد ہی عمران نے چوہان اور خاور کو ہدایت دی تھی کہ وہ سردار گڈھ سے واپس چلے جائیں۔ اب ان کی جگہ لیفٹیننٹ صدیقی اور سارجنٹ نعمانی کو لینی تھی۔

وہ دونوں بھی تیسرے ہی دن وہاں پہنچ گئے! ان دونوں نے والگا ہی میں قیام کیا تھا اور ہر وقت عمران پر نظر رکھتے تھے! لیکن عمران نے ابھی تک کوئی کام اُن کے سپرد نہیں کیا تھا۔

فی الحال اُس نے یہ اسکیم ترک کر دی تھی کہ پی سندرم ایڈووکیٹ تک پہنچ کر گرو بر کے متعلق معلومات حاصل کرے۔ اس کے لئے اس سے بہتر اور کوئی طریقہ نہ ہوتا کہ وہ اس سے مل کر صفدر کی ضمانت پر رہائی کے متعلق مشورہ کرتا۔ اسکیم یہی تھی لیکن اب تفتیش کا رخ بدل گیا تھا۔ اب اُسے گرو بر کی چنداں فکر نہ تھی! پہلے اسے گرو بر کی تلاش تھی اس لئے کہ گروہ والوں سے اس کا جھگڑا ہو گیا تھا ایسی صورت میں وہ اپنے بچاؤ کے لئے سرکاری گواہ تک بن سکتا تھا۔

مگر اب ایسے حالات میں جب کہ والٹن اور لزی خود ہی اس کے پھندے میں آپھنسے تھے تو وہ گرو بر کے سلسلے میں دردسری کیوں مول لیتا۔ اب تو یہی دونوں اصل مجرم تک پہنچنے میں نادانستہ طور پر اُس کے معاون و مددگار بن سکتے تھے۔

کیپٹن فیاض ابھی تک سردار گڈھ ہی میں مقیم تھا اور خلاف توقع اس بار اس نے بڑے صبر سے کام لیا تھا۔ نہ تو اس نے ابھی تک عمران سے ملنے کی کوشش کی تھی اور نہ فون ہی پر اُسے بور کیا تھا۔ عمران خود ہی اس سے ملا! مگر اچھی طرح اطمینان کر لینے کے بعد کہ اب اس کا تعاقب نہیں کیا جاتا۔ یہ ملاقات سردار گڈھ کے ایک پبلک پارک میں ہوئی تھی۔

"بھئی اب تو میں اکتا گیا ہوں۔" کیپٹن فیاض نے کہا۔

"کیوں کیا ہوا۔"

"وہ مریض بھی ختم ہو گیا جس سے کچھ معلوم ہونے کی توقع تھی۔"

"اوہ.... وہ آدمی جو ہسپتال میں تھا۔"

"ہاں! وہی۔"

عمران کسی سوچ میں پڑ گیا! پھر تھوڑی دیر بعد اُس نے پوچھا۔ "موت کے اُسباب کیا تھے؟"

"ہارٹ فیلور۔"

”پوسٹ مارٹم ہوا ہے۔“

”ہاں....!“

”یار فیاض! میرا دل چاہتا ہے کہ اب میں حقے کا تمباکو بنا کر بیچوں۔“

”بہکنے لگے۔“

”پھر بتاؤ میں کیا کروں اتنے دنوں سے تو جھک مار رہا ہوں! تم نے بھی کچھ نہیں کیا۔“

”تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔“ فیاض مسکرایا۔

”ارے تو بتاؤ نا کون سے فقیر مارے ہیں۔ فقیر.... نہیں.... فقیر نہیں.... وہ کیا کہتے ہیں اُسے جو مچان پر رکھ کر کھینچا جاتا ہے۔ ارے لاحول ولا قوۃ مچان بھی شاید غلط کہہ رہا ہوں.... ارے ہاں کمان کمان.... تیر.... تیر.... کہنے کا مطلب یہ کہ تم نے کون سے بڑے تیر مارے ہیں۔“

”بکواس کر چکے۔“

”چلو کر چکا۔“

”سردار گڈھ میں اکثر بڑی حیرت انگیز وارداتیں ہوتی رہتی ہیں۔“ کیپٹن فیاض نے جیب سے سگریٹ کیس نکالتے ہوئے کہا۔ ”مثلاً بعض اوقات یہاں سانپ بکثرت پیدا ہو جاتے ہیں!“

”بڑی شان والا ہے نیلی چھتری کا باسی۔“ عمران درویشانہ انداز میں آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر بولا۔

فیاض اس کی طرف دھیان دیئے بغیر کہتا رہا۔ ”آئے دن ایسی لاشیں ملتی ہیں اور پوسٹ مارٹم کی رپورٹ سانپ کے زہر کی کہانی سناتی ہے۔“

”سانپ کے دانتوں کے نشانات بھی مرنے والوں کے جسموں پر ضرور ملے ہوں گے۔“ عمران نے پوچھا۔

”یقیناً ملتے رہے ہیں۔“

”ویسے بھی سانپوں اور گینڈوں میں بڑا فرق ہوتا ہے۔“ عمران مسکرایا۔

”اس فرق کو میں تم سے زیادہ سمجھتا ہوں۔“ فیاض چڑ کر بولا۔

”تم نے ابھی تک کوئی کام کی بات نہیں کی سوپر فیاض۔“ دفعتاً عمران سنجیدگی اختیار کرتا ہوا بولا۔ ”میں نے تم سے کہا تھا کہ گینڈوں کے شکار ہونے والوں کے متعلق معلومات فراہم کرو۔“

”اسی سلسلہ میں گفتگو کروں گا۔“ فیاض نے کہا اور سگریٹ سلگانے لگا۔

عمران منتظر رہا! فیاض جب کافی مقدار میں دھواں پھیپھڑوں سے خارج کر چکا تو بھرائی ہوئی آواز میں آہستہ سے بولا۔ ”میں جب ان لوگوں کے متعلق چھان بین کر رہا تھا اسی دوران میں مجھے ان لوگوں کے متعلق معلوم ہوا جو اس دوران میں سانپوں کا شکار ہوئے تھے! اوہو آنکھیں نہ نکالو.... میں دراصل انہیں لوگوں کے متعلق بتاؤں گا جو گینڈوں کے شکار ہوئے تھے۔“

”یار بتاؤ بھی جلدی میرے پاس وقت بہت کم ہے۔“

”یہ سب پولیس کی بلیک لسٹ پر تھے۔“

”یعنی....!“

”پولیس کو ان پر شبہ تھا کہ وہ کسی نہ کسی غیر قانونی حرکت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔“

”اور اس کے باوجود بھی یہاں کی پولیس قاتلوں کا پتہ نہیں لگا سکتی۔“

”ہاں۔“ فیاض نے ایک طویل سانس لی۔ چند لمحے خاموش رہا پھر بولا۔ ”پولیس نے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی تھی کہ مرنے والے ایک دوسرے سے کسی قسم کا تعلق رکھتے تھے یا نہیں۔“

”پھر کیا نتیجہ نکلا۔“

”کچھ بھی نہیں!“ فیاض سر ہلا کر بولا۔ ”ان کا آپس میں تعلق نہیں ثابت ہو سکا! اسی طرح سانپوں کے شکار ہونے والوں میں کئی سزایاب مجرم بھی تھے۔ لیکن اُن کا بھی آپس میں کوئی تعلق نہیں ظاہر ہو سکا تھا۔“

”ارے پھر وہی سانپ۔“

”پوری بات سنو۔“ فیاض جھلا کر بولا۔

”میں نے آج تک کسی کی آدھی بات نہیں سنی! تم پوری لئے پھرتے ہو۔ خیر یہ بتاؤ کہ پولیس کو کس غیر قانونی حرکت کا شبہ تھا اُن پر!“

”اُن میں کچھ ایسے تھے جن کے متعلق خیال کیا جاتا تھا کہ وہ اسمگلر ہیں۔“

”لیکن یہ ثابت نہیں ہو سکا تھا۔“ عمران نے پوچھا۔

”نہیں!“

"اچھی بات ہے!" عمران نے طویل سانس لی۔ "تمہارا کیا نظریہ ہے۔"

"میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ گیندوں اور سانپوں والے حادثات کا ایک دوسرے سے گہر تعلق ہے۔"

"ارے چلو سانپ بھی ہضم کرلوں گا تمہارے لئے.... مگر فی الحال یہاں سانپ زیرِ بحث نہیں ہیں۔"

"پھر تم کیا پوچھنا چاہتے ہو!"

"دہی بڑے اور پکوڑے میں فرق ہے۔"

"میں بکواس سننے کے موڈ میں نہیں ہوں بہت وقت برباد ہو چکا ہے۔" فیاض جھلا گیا۔

"اچھا تو میں تمہیں صرف پانچ گھنٹے دیتا ہوں ایک آدمی کے متعلق معلومات فراہم کرو۔"

"نام اور پتہ بتاؤ۔" فیاض نے بیزاری سے کہا۔ "بہت وقت برباد ہو رہا ہے میری بڑی بدنامی ہو رہی ہے۔"

"اسی لئے کہہ رہا تھا کہ ابھی کنوارے ہو! سرمہ لگا کر نہ نکلا کرو باہر۔"

"اچھا تو میں چلا۔" فیاض جھٹکے کے ساتھ اٹھتا ہوا بولا۔

"ارے ٹھہرو! نام اور پتہ تو لکھتے جاؤ! اُس کا نام پی سندرم ہے۔ پیشہ وکالت....؟"

دفعتاً عمران نے محسوس کیا کہ فیاض متحیر نظر آنے لگا ہے۔ اُس نے کہا۔ "وہ لال باغ کے ساتویں بنگلے میں رہتا ہے۔!"

"تم اس کے متعلق کیا معلوم کرنا چاہتے ہو۔" فیاض کی آواز میں کپکپاہٹ تھی۔

"تم اس کے متعلق کیا معلوم کر چکے ہو۔" عمران نے اُسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"اوہ.... تو تم کافی حد تک آگے جا چکے ہو۔" فیاض نے ٹھنڈی سانس لی۔ لیکن اُس کے لہجے میں مسرت تھی۔

"اب تم دیر کر رہے ہو!" عمران نے خشک لہجے میں کہا۔

"میں اس سے مل چکا ہوں۔" فیاض بولا۔ "اُس نے بھی حال ہی میں رپورٹ درج کرائی کہ اسے چند نامعلوم آدمیوں کی طرف سے خدشہ ہے کہ وہ اسے مار ڈالیں گے۔"

"گیندوں والے حادثات شروع ہونے سے پہلے یا بعد کو۔" عمران نے پوچھا۔

"وہ قتل ہو چکے تھے۔" فیاض نے جواب دیا۔ "اس کا بیان ہے کہ اسے دھمکیوں والے خطوط مل رہے ہیں لیکن وہ خود اُن خطوط کے لکھنے والوں سے ناواقف ہے۔"

"تم نے خطوط دیکھے ہیں۔" عمران نے پوچھا۔

"ہاں! اور وہ کسی ایک آدمی کے لکھے ہوئے نہیں معلوم ہوتے۔ انداز تحریر میں فرق ہے! اور دوسری دلچسپ بات یہ ہے کہ اس زمانے میں بھی اُس نے ایسی ہی ایک رپورٹ درج کرائی تھی جب مار گزیدہ لوگوں کی لاشیں مل رہی تھیں۔"

"اوہ....! فیاض تم آج کل بہت اچھے جا رہے ہو۔ کیا سپرنٹنڈنٹ سے انسپکٹر بننے کا ارادہ ہے۔" فیاض کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد عمران نے کہا۔ "اچھا سوپر فیاض اب میں تو چلا لیکن تم سندرم سے دور ہی دور رہنا۔ اب اُسے چھیڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"کیوں؟"

"کھیل خراب ہو جائے گا۔"

"تم اُسے کس سلسلے میں چیک کر رہے ہو!" فیاض نے پوچھا۔

"بس دیکھتے جاؤ! دراصل صفدر کی ضمانت کیلئے ایک آدمی گیری والٹن کوشش کر رہا ہے۔!"

"گڈ....! ضمانت ہو جاتی چاہیئے۔"

فیاض نے کچھ کہنا چاہا مگر پھر خاموش ہو گیا۔ غالبًا وہ عمران کو ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔

پھر یہ ملاقات ختم ہو گئی۔ عمران سوچ میں کھویا ہوا آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا پارک سے باہر نکل رہا تھا۔ ایک بار پھر گروبر اس کے ذہن کی سطح پر ابھر آیا۔ گروبر اُن لوگوں میں سے تھا جو بظاہر گیندوں والے حادثات کے ذمہ دار تھے۔ وہ کسی بناء پر گروبر سے ناخوش ہو گئے اور انہوں نے اُسے ٹھکانے لگا دینا چاہا۔ مگر گروبر خود اپنی حکمت عملی سے بچ گیا اور پھر گروبر نے جو اندھیرے میں اس کی شکل نہیں دیکھ سکا تھا اپنی قیام گاہ کی حیثیت سے پی سندرم کے بنگلہ کا پتہ بتایا تھا! لیکن اسی رات بنگلے کی کمپاؤنڈ میں نظر آنے کے بعد سے پھر وہاں نہیں ملا تھا۔ بعد کی تفتیش سے معلوم ہوا کہ پی سندرم کے پڑوسیوں نے بھی کبھی وہاں کسی ایسے آدمی کو نہیں دیکھا تھا۔ جس کا حلیہ گروبر سے مطابقت رکھتا ہو۔ دوسری طرف پی سندرم نے رپورٹ درج کرائی تھی کہ کچھ نامعلوم آدمی اُسے جان سے مار ڈالنا چاہتے ہیں! فیاض کے بیان کے مطابق نہ تو اس

نے کسی جان پہچان والے پر شبہ ظاہر کیا تھا اور نہ اپنے کسی دشمن ہی کا نام لیا تھا... یہ بھی نہیں بتایا تھا کہ آخر کوئی اسے دھمکیاں دے ہی کیوں رہا تھا۔

پھر فیاض کے بیان کے مطابق گیندوں کے سلسلے میں قتل ہونے والے پولیس کی بلیک لسٹ پر تھے! اس سے قبل کچھ لوگ سانپوں کے شکار ہوئے تھے اور وہ بھی ایسے ہی لوگ تھے جن پر پولیس نظر رکھتی تھی۔ اس دوران میں بھی پی سندرم نے رپورٹ درج کرائی تھی کہ وہ خطرے میں ہے اس وقت بھی اس نے کچھ خطوط پیش کئے تھے جن میں مار ڈالنے کی دھمکیاں تھیں۔ عمران سوچتا رہا لیکن کسی خاص نتیجے پر نہ پہنچ سکا۔ سب سے بڑا سوال یہ تھا کہ آخر گروبر نے اُسے پی سندرم کا پتہ کیوں بتایا تھا؟ اگر انہیں لوگوں کی طرف سے پی سندرم کو دھمکیاں ملی تھیں تو ایسی صورت میں جب کہ وہ لوگ خود گروبر کے دشمن ہوگئے تھے گروبر کو پی سندرم کا نام بھی نہ لینا چاہئے تھا... اس کے برعکس وہ والٹن کو بہ آسانی پھانس سکتا تھا۔ مگر کیا پی سندرم کا نام اس لئے لیا گیا تھا کہ وہ بھی کسی معاملے میں نتھی کرلیا جائے؟ یا پھر اس کا مقصد یہ تھا کہ پولیس پی سندرم کے ذریعہ مجرموں تک پہنچ جائے اور گروبر خود کو اس معاملے سے الگ ہی رکھے! دوسری طرف گروبر کے ساتھی اس بُری طرح گروبر کے چکر میں تھے کہ عمران نے انہین بہ آسانی اُلو بنالیا تھا اور وہ اُس کی حماقت انگیز شخصیت پر اعتماد کرنے لگے تھے؟

یہ سب کیا تھا۔

عمران کو فوری طور پر اس سوال کا جواب نہ مل سکا۔ بہر حال اب اس نے فیصلہ کرلیا کہ صدیقی کو والٹن اور لزی کی نگرانی کے لئے والگا ہوٹل میں ہی رکھے اور نعمانی کو پی سندرم کے پیچھے لگادے۔

رات خاصی خوشگوار تھی اور چونکہ یہ سنیچر کی رات تھی اس لئے ڈائیننگ ہال کافی آباد تھا اور اسٹیج پر ایک رقاصہ تھرک رہی تھی! عمران نے چاروں طرف نظر دوڑائی کوئی میز خالی نہیں تھی۔ مگر لزی کی میز! وہ اپنی میز پر تنہا تھی۔

عمران کسی ہچکچاہٹ کے بغیر اُس کی طرف بڑھتا چلا گیا! لزی سگریٹ کے ہلکے ہلکے کش لے رہی تھی اور اس کے سامنے میز پر شیری کی بوتل رکھی ہوئی تھی اس نے نیم وا آنکھوں سے عمران کی طرف دیکھا اور ہلکی سی مسکراہٹ اُس کے ہونٹوں پر پھیل گئی! ”ب.... بیٹھو

....بیٹھو“ اس نے کہا۔ ”تم کہاں تھے.... میں تمہارے لئے کتنی بے چین تھی ڈیئر.... ذرا شراب انڈیلو تمہاری عدم موجودگی میں سرور بھی نہیں ہوتا....!“

عمران بڑے سعادت مندانہ انداز میں اس کے لئے شراب انڈیلنے لگا اور وہ بڑبڑاتی رہی۔ ”جب سے میں نے تمہیں دیکھا ہے.... نہ جانے کیوں ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے میں تمہارے بغیر زندہ نہ رہ سکوں گی۔!“

عمران نے گلاس اُس کے آگے کھسکا دیا اور وہ بولی۔ ”مگر پیارے یہ بہت بُری بات ہے کہ تم شراب نہیں پیتے!“

”میرے ڈیڈی کہتے ہیں کہ شادی سے پہلے شراب نہ پینی چاہئے۔“ عمران نے بسور کر جواب دیا۔

”تمہارے ڈیڈی سمجھ دار ہیں۔ تمہیں ڈیڈی کی نصیحت پر عمل کرنا چاہئے۔“

”کروں گا.... شش.... شادی.... کے بعد۔“ عمران نے کہا اور پھر جھینپ کر سر جھکا لیا اور اس کے کانوں کی لویں تک سرخ ہوگئیں۔

”ہے.... ہے....! کتنے پیارے ہو تم....!“ وہ اس کا ہاتھ دبا کر مسکرائی اور عمران اس طرح کانپنے لگا جیسے سردی لگ کر بخار چڑھ آیا ہو۔

لزی ہنس پڑی اور اس نے اس کا شانہ تھپتھپا کر کہا۔ ”ہم دونوں کی زندگی بڑی خوشگوار گزرے گی.... مگر دیکھو اب تم مجھے اطلاع دیئے بغیر کہیں نہ جایا کرو۔ میں پریشان ہو جاتی ہوں!“

”ارے بس کیا بتاؤں! عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ”زیادہ دور جانے کا ارادہ نہیں تھا! مگر وہ مل گیا! اس نے کہا کہ میں تمہیں ایک خط دے رہا ہوں تم اسے مسٹر بندرم کے پاس لے جاؤ! وہ تمہارے بھائی کی ضمانت کرادیں گے۔ وکیل ہیں۔“

لزی نے گلاس ہاتھ سے رکھ دیا اور پلکیں جھپکاتی ہوئی اس کی طرف دیکھنے لگی۔

”کون مل گیا تھا۔“ اس نے پوچھا۔

”ارے وہی۔“ عمران نے لاپرواہی سے کہا۔ ”جس نے مجھے تم لوگوں کے پیچھے لگایا تھا! اور وہ لال باغ کے ساتویں بنگلے میں جو ایک وکیل رہتا ہے نا.... کیا نام ہے.... مسٹر بندرم.... یا ڈنڈرم.... نام ٹھیک سے یاد نہیں۔“

"اوہ.... تو اس نے تمہیں وہاں بھیجا تھا۔" لزی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں.... کیا کرتا جانا ہی پڑا۔ میں اپنے بھائی کے لئے جان بھی دے سکتا ہوں۔ یہ اس کی ضمانت کا معاملہ تھا۔"

"پھر تم نے اُس وکیل سے کیا گفتگو کی۔"

"خط جو لفافے میں بند تھا لے جا کر اُسے دے دیا۔ اس نے خط پڑھ کر میری بڑی آؤ بھگت کی! ایک بوتل کوکا کولا کی پلائی اور پھر سگریٹ پیش کی.... مگر تم جانتی ہو کہ مجھے تمباکو بھی پسند نہیں ہے۔"

"میں پوچھتی ہوں اس سے گفتگو کیا ہوئی تھی۔"

"بس یہی کہ آج کل موسم بڑا اچھا جا رہا ہے۔ اس موسم میں اگر گو بھی کھائی جائے تو چقندر جیسے بچے پیدا ہو سکتے ہیں اور اگر شکر قند!"

"اوہ....!" لزی نے دانت پیس کر میز پر مکا رسید کیا۔ "میں پوچھتی ہوں بھائی کی ضمانت کے متعلق کیا گفتگو ہوئی تھی۔"

"ارے یہی تو اب میں سوچ رہا ہوں کہ اس کے متعلق کوئی گفتگو کیوں نہیں ہوئی تھی۔"

"تم عجیب آدمی ہو! میں میز الٹ دوں گی۔" لزی جھلا گئی۔ "نہیں.... بتاؤ آخر اُس نے اس کے متعلق کوئی گفتگو کیوں نہیں کی تھی۔" عمران نے اس کے غصے کو نظر انداز کر دیا۔

لزی اُسے گھورتی ہوئی اپنا نچلا ہونٹ چبانے لگی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ غصہ ضبط کرنے کی کوشش کر رہی ہو! عمران بے تعلقانہ انداز میں اودھر اُدھر دیکھتا رہا.... شاید وہ یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ اسے بات کرتے کرتے بھول جانے کی عادت ہے۔

"اے.... ادھر دیکھو۔" لزی نے اسے مخاطب کیا۔ "تم نے اس سے کیا باتیں کی تھیں۔"

"میں نے اس سے کہا تھا کہ میں سمندر میں گھوڑا دوڑا سکتا ہوں۔ اس پر وہ خوب ہنسا تھا! پھر تمہارا تذکرہ چھڑ گیا تھا۔ ارے اف فوہ اب یاد آیا۔"

عمران خاموش ہو کر پیچ و تاب کھانے لگا ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی ایسی بات یاد آ گئی ہو جس پر اُسے غصہ آنا چاہئے۔

"کیا یاد آیا۔"

"ارے اس الو کے پٹھے نے کہا تھا کہ میں تم سے ہوشیار رہوں تم دراصل ایک ایسے آدمی سے محبت کرتی ہو جو اپنے چہرے پر سیاہ نقاب ڈالے رہتا ہے! مجھے اس پر غصہ آ گیا اور میں نے اُسے بُرا بھلا کہا۔ بس پھر میں بھول ہی گیا کہ میں اس کے پاس کس لئے گیا تھا۔"

لزی کے ہونٹ خفیف سے کھل گئے تھے اور چمکدار دانتوں کی قطار کا کچھ حصہ بڑے دلکش انداز میں جھانکنے لگا تھا۔ آنکھوں سے تحیر زدگی مترشح تھی۔

"میں اسے مار ڈالوں گا۔" عمران نے کہا۔ "بس تم اتنا کہہ دو کہ اس نے جھوٹ کہا تھا۔"

"میں اسے جانتی ہی نہیں۔ پتہ نہیں وہ کون ہے اور اس نے کیوں ایسی لغویات کہی تھیں۔"

"اچھی بات ہے تو میں اُسے دیکھ لوں گا۔"

"پتہ نہیں تم کن الٹے سیدھے آدمیوں سے ملتے پھرتے ہو۔" لزی نے شکایت آمیز لہجے میں کہا۔ "میں کہتی ہوں کہ یہ لوگ میرے اور تمہارے تعلقات خراب کرا دیں گے۔"

"ارے واہ.... مر گئے کرانے والے.... میں گدھا تو نہیں ہوں کہ ان کی باتوں میں آ جاؤں گا۔"

"اوہو! ٹھہرو میں ابھی آئی.... زیادہ سے زیادہ دس منٹ لگیں گے۔ میری ایک دوست آنے والی تھی۔ ذرا دیکھ لوں وہ پارک میں تو نہیں ہے۔ تم یہیں بیٹھنا۔ اگر کہیں گئے تو میں خفا ہو جاؤں گی.... آں....!"

وہ عمران کا دایاں گال سہلاتی ہوئی اٹھ گئی۔

عمران نے آنکھوں کی جنبش سے سارجنٹ نعمانی کو اشارہ کیا، جو ہال کے ایک گوشے میں بیٹھا اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ لزی دروازے کے قریب پہنچ چکی تھی۔ نعمانی بھی اٹھا اور وہ بھی اُس کے بعد ہی باہر چلا گیا۔

پھر عمران کو تقریباً بیس منٹ تک بیٹھنا پڑا۔ اس کے بعد لزی واپس آ گئی۔ وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "میری دوست نہیں آئی۔ لیکن اس کا ملازم پیغام لایا ہے کہ میں خود اس کی کوٹھی میں پہنچ جاؤں۔ وہاں خاصی تفریح رہے گی کیونکہ اس نے ایک پیشہ ور شعبدہ باز کو آج رات کے لئے انگیج کیا ہے۔ تم بھی چلو میرے ساتھ.... چلو گے نا۔"

"ضرور چلوں گا۔" عمران بچگانہ انداز میں خوش ہو کر بولا۔ "شعبدہ باز.... ہاہا.... مجھے بڑا مزا

آتا ہے بازی گری دیکھ کر.... مگر ذرا لباس تبدیل کرلوں اس وقت ٹھنڈک کچھ بڑھ گئی ہے۔"

"جلدی کرو! میں بھی لباس تبدیل کرنے جا رہی ہوں۔" لزی نے کہا اور عمران اپنے کمرے کی طرف روانہ ہو گیا۔ پھر وہ قفل کھولنے کے لئے جھکا ہی تھا کہ نعمانی آگیا۔ دونوں اندر داخل ہوئے عمران نے دروازہ بند کیا۔

"وہ آپ کو کہیں لے جائے گی۔" نعمانی نے آہستہ سے کہا۔ "اس نے باہر ٹیلی فون بوتھ میں کسی سے آپ کے متعلق گفتگو کی تھی اور پھر شاید دوسری طرف سے کہا گیا تھا کہ وہ آپ کو کہیں لے جائے۔"

"اس نے میرے متعلق کیا گفتگو کی تھی۔"

"یہی کہ گروبر آپ کو ملا تھا اور ایک خط دے کر سندرم نامی کسی آدمی کے پاس بھیجا تھا۔" نعمانی نے کہا اور قریب قریب وہی سب کچھ دہرا دیا جو عمران نے لزی سے کہا تھا۔

"اچھی بات ہے تو میں جاؤں گا اس کے ساتھ.... اور تم دونوں.... نظر رکھنا لیکن اُسے تعاقب کا احساس نہ ہونے پائے یعنی اگر ہم کسی ایسے ویران راستے پر جا رہے ہوں جہاں ٹریفک نہ ہو تو تم قطعی تعاقب نہ کرنا! کیونکہ میں اُن کے ہوشیار ہو جانے کا خطرہ نہیں مول لے سکتا۔"

"لیکن اگر آپ تنہا کسی مصیبت میں پڑ گئے تو....؟"

"اس کی پرواہ نہ کرو۔"

نعمانی سر ہلا کر رہ گیا۔

◆

لزی اور والٹن طویل راہداری میں کھڑے آہستہ آہستہ گفتگو کر رہے تھے۔

"میرا خیال ہے، کہ اس طرح چیف گروبر کو شکار کرنا چاہتا ہے۔" والٹن نے کہا۔

"کیسے؟"

"مجھے یقین ہے کہ گروبر اس احمق پر ہر وقت نظر رکھتا ہوگا۔ لہٰذا ہو سکتا ہے کہ وہ ہمارا تعاقب کرے۔"

"ممکن ہے۔" لزی کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ "چلو اب ہمیں جلدی کرنی چاہئے۔"

وہ ڈائننگ ہال میں آئے اور یہاں عمران کو اپنا منتظر پایا۔

"چچ.... چلو....!" عمران نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔ "اتنی دیر کردی تم لوگوں نے اگر وہ دو چار شعبدے دکھا چکا ہوگا! تو مجھے بڑا افسوس ہوگا۔"

باہر آکر والٹن نے آہستہ سے لزی سے کہا۔ "اوہ.... وہ دیکھو.... وہ گاڑی آئی ہے جس کی باڈی ساؤنڈ پروف ہے غالباً ہمیں اسے ساؤنڈ پروف حصے ہی میں بٹھانا ہوگا۔ یہ گاڑی بھیجنے کا تو یہی مقصد ہو سکتا ہے۔

عمران ان سے کچھ فاصلے پر تھا اس لئے شاید وہ ان کی کوئی گفتگو نہیں سن سکا تھا۔ بہر حال وہ سیاہ رنگ کی ایک بڑی سی وین کے قریب پہنچ کر رک گئے۔

والٹن نے اُس کا پچھلا حصہ کھولا۔ اندر روشنی تھی، اور وہ ایک چھوٹا سا آرام دہ کمرہ محسوس ہو رہا تھا! لزی نے عمران سے کہا کہ وہ اندر بیٹھ جائے خود وہ آگے والٹن کے ساتھ بیٹھے گی۔ عمران بے چون و چرا اندر بیٹھ گیا! والٹن نے دروازہ بند کر دیا۔ پھر وہ دونوں اگلی سیٹ پر ڈرائیور کے پاس آ بیٹھے۔ وین چل پڑی۔ لیکن وہ دونوں خاموش تھے شاید ڈرائیور کی موجودگی میں کسی قسم کی گفتگو نہیں کرنا چاہتے تھے۔

تھوڑی دیر بعد گاڑی ایک ویران راستے پر مڑ گئی! چونکہ وہ چڑھائی تھی۔ اس لئے رفتار دھیمی ہو گئی تھی۔ سڑک کے دونوں جانب اونچی اونچی چٹانیں تھیں۔ جب کسی موڑ پر یک بیک اُن پر گاڑی کے ہیڈ لیمپ کی روشنی پڑتی تو ایسا معلوم ہوتا جیسے وہ اونگھتے اونگھتے چونک پڑے ہوں۔

کچھ دیر بعد گاڑی لکڑی کے چھوٹے سے مکان کے سامنے رک گئی۔ یہاں بھی گہرا اندھیرا تھا۔ البتہ مکان کی چھوٹی چھوٹی کھڑکیوں میں مدہم سی روشنی دکھائی دے رہی تھی۔ والٹن اور لزی بڑے اطمینان سے نیچے اترے اور کچھ دیر تک اُن میں سرگوشیاں ہوتی رہیں پھر والٹن نے گاڑی کی پشت پر آکر دروازہ کھولا لیکن دوسرے ہی لمحہ میں اس کے حلق سے ایک متحیر زدہ سی آواز نکلی.... کیونکہ گاڑی خالی تھی اور عمران کا پتہ نہ تھا۔ لزی بھی آگئی اور وہ بھی والٹن ہی کی طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر گاڑی کے اندر دیکھنے لگی۔ دفعتاً لکڑی کے مکان سے کسی کی غراتی ہوئی سی آواز آئی۔

"کیوں کیا ہو رہا ہے۔"

دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور مضبوطی سے ہونٹ بند کئے ہوئے بے حس و حرکت کھڑے رہے۔

ہلکی سی چڑچڑاہٹ کے ساتھ مکان کا دروازہ کھلا اور قدموں کی آواز آئی۔ ”جو اُن سے قریب ہوتی گئی! اور پھر آنے والا اُن کے پاس پہنچ کر رک گیا۔

”کیا بات ہے....!“ آنے والے نے پوچھا۔

”وہ تو.... نن.... نہیں ہے.... جناب!“ لزی ہکلائی۔

”کون نہیں ہے-“

”وہی احمق آدمی اُسے ہم لائے تھے؟“

”والٹن!“ آنے والا غرایا۔ ”یہ کیسے ہوا؟“

”میں کیا بتاؤں چیف! خود میری سمجھ میں نہیں آرہا! میں نے خود ہی اُسے اندر بٹھایا تھا اور اُس کے متعلق یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ راستے ہی میں کہیں اتر جائے گا۔ ایک جگہ بھی تو گاڑی نہیں روکی گئی تھی۔!“

”کیا تمہیں یقین ہے کہ تمہارا تعاقب نہ کیا گیا ہوگا۔“

”مجھے یقین ہے چیف! کیونکہ میں اس معاملے میں ضرورت سے زیادہ محتاط رہا تھا۔“

”خیر اندر آؤ۔“ آنے والا مکان کی طرف مڑتا ہوا بولا۔ ”اگر وہ چڑھائی شروع ہونے کے بعد اترا ہے تو ذرا ہی سی دیر میں اسے یہاں آنا پڑے گا۔ کیونکہ چڑھائی شروع ہونے کے بعد سے ہر موڑ پر میرا کوئی نہ کوئی آدمی موجود رہتا ہے اور اس طرف سے گذرنے والے اجنبیوں کو یقینی طور پر چیک کیا جاتا ہے خواہ وہ کسی وقت اِدھر سے گذرے۔“ وہ لکڑی کے مکان میں داخل ہوئے ان کے پیچھے گاڑی کا ڈرائیور بھی تھا۔

مکان اندر سے بھی خستہ حال ہی تھا! ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اُسے زیادہ استعمال نہیں کیا جاتا! وہاں دو آدمی اور بھی موجود تھے۔

”کیوں.... والٹن“ نقاب پوش والٹن کی طرف مڑ کر غرایا۔ ”گروبر پر تم نے کس کے حکم سے حملہ کیا تھا۔“

”اُس کی نیت خراب تھی چیف! اس لئے میں نے سوچا۔“

”تم نے کچھ نہیں سوچا! تم میں کچھ سوچنے کی صلاحیت ہی نہیں۔“ والٹن نے سر جھکا لیا۔

”بولو خاموش کیوں ہو گئے۔“

”اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ آپ باز پُرس کریں گے تو شاید....!“

”ہاہا۔“ نقاب پوش نے قہقہہ لگایا۔ ”کیوں والٹن میں اس وقت تمہیں ایک کھلی ہوئی کتاب کی طرح نہیں پڑھ سکتا۔ کیا تم نے لزی کے لئے گروبر کو قتل نہیں کرنا چاہا تھا۔ تم نہیں پسند کرتے تھے کہ لزی کو تمہارے علاوہ اور کوئی چاہے۔“

”ٹھہرو۔“ دفعتاً دروازے کی طرف سے آواز آئی وہ چونک کر اُدھر مڑے دروازے کے سامنے ایک نقاب پوش کھڑا تھا اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا جس سے وہ ان سبھوں کو کور کر رہا تھا۔

”والٹن....“ نئے آنے والے نقاب پوش نے کہا۔ ”لو دیکھو آخر اس وقت میں نے چور پکڑ ہی لیا اگر مجھے ذرا بھی دیر ہو جاتی تو یہ تمہیں قتل کر کے لزی کو زبردستی اٹھا لے جاتا۔“

وہ سب حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر نووارد نقاب پوش کو دیکھ رہے تھے کیونکہ اس کی آواز اور دوسرے نقاب پوش کی آواز میں ذرہ برابر فرق نہیں تھا! لہجہ تک یکساں تھا۔

”تم کون ہو!“ پہلے نقاب پوش نے گرج کر پوچھا۔

”میں وہ ہوں جس کی آواز اور لہجے کی تم نے نقل اتارنے کی کوشش کی ہے۔“

نئے آنے والے نقاب پوش نے کہا اور پھر والٹن سے بولا۔ ”والٹن اسے پکڑ کر رسی سے جکڑ دو.... ارے کیا تم نے اسے ابھی تک نہیں پہچانا.... یہ گروبر ہے.... میرے بھیس میں تمہاری گردن کاٹنے آیا ہے.... ذرا اس کے چہرے سے نقاب تو ہٹاؤ۔ حقیقت خود ہی تم پر منکشف ہو جائے گی۔ چلو میں تمہیں حکم دیتا ہوں.... ہمارا سب سے بڑا دشمن اپنی حماقت سے ہمارے جال میں آگیا ہے.... پکڑو۔“

والٹن پہلے نقاب پوش کی طرف بڑھا اور اس نے بھی ریوالور نکال لیا۔

”پیچھے ہٹو.... ورنہ گولی مار دوں گا۔“ پہلا نقاب پوش دہاڑا۔

”تم سب ہٹ جاؤ۔“ نئے آنے والے نقاب پوش نے ہنس کر کہا۔ ”میں دیکھ لوں گا۔“

”وہ سب اِدھر اُدھر ہٹ گئے۔ اب دونوں نقاب پوش ایک دوسرے کے مقابل تھے۔ دفعتاً پہلے نقاب پوش کے ریوالور سے شعلہ نکلا.... اور نیا آنے والا نقاب پوش اچھل کر دیوار سے

جاٹکا اور اس کا بایاں ہاتھ سینے پر تھا اور داہنا ہاتھ نیچے جھول گیا تھا وہ ہولے ہولے کراہنے لگا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے تکلیف کی زیادتی کی وجہ سے حلق سے آواز ہی نہ نکل رہی ہو۔

پہلے نقاب پوش نے فاتحانہ انداز میں قہقہہ لگایا پھر بڑبڑاتا ہوا دوسرے نقاب پوش کی طرف بڑھا۔ ”دیکھ لیا تم نے یہ ہمارے دشمنوں میں سے کوئی ہے! اب میں تمہیں اس کا چہرہ دکھاؤں گا اُس نے اپنا ریوالور جیب میں ڈال کر دونوں ہاتھ نووارد نقاب پوش کے چہرے کی طرف بڑھائے جس کے متعلق یہی کہا جا سکتا تھا کہ اس کا دم اکھڑ رہا ہے کیونکہ اس کے بار بار سکڑتے اور پھیلتے ہوئے ہونٹوں سے گھٹی گھٹی سی سسکیاں منتشر ہو رہی تھی۔

لیکن غیر متوقع طور پر اچانک دوسرے نقاب پوش کی لات اُس کے پیٹ پر پڑی اور ایک بے ساختہ قسم کی چیخ کے ساتھ دوسری طرف الٹ گیا۔ ساتھ ہی دوسرے نقاب پوش نے اس پر چھلانگ بھی لگائی اور اُس پر اس طرح جاگرا جیسے کوئی باز کسی چھوٹے سے پرندے کو چھاپ کر بیٹھ جاتا ہے۔ پہلا نقاب پوش اس کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کرنے لگا۔

”آؤ.... والٹن.... قریب آؤ.... گروبر کی شکل دیکھو! جو آواز بدل کر تمہیں دھوکہ دینے کی کوشش کر رہا تھا۔“ دوسرے نقاب پوش نے ہنس کر کہا اس نے اپنی بائیں کلائی پہلے نقاب پوش کی گردن پر جمادی تھی اور داہنے ہاتھ سے اس کا نقاب نوچ رہا تھا۔

”گروبر....؟“ بیک وقت سبھوں کی زبان سے نکلا۔

”میں تمہارا چیف ہوں.... میں تمہارا چیف ہوں۔“ گروبر گھٹی گھٹی سی آواز میں چیخ رہا تھا۔

”اس لئے ہم تمہاری بوٹیاں اڑادیں گے۔“ والٹن غرایا.... پھر اس نے دوسرے نقاب پوش سے کہا۔ ”چیف اسے ہمارے حوالے کر دیجئے! ہم اس کے جسم کا ریشہ ریشہ الگ کریں گے۔“

”نہیں فی الحال اسے رسی سے جکڑ دو! اس سے بہت کچھ معلومات حاصل کرنی ہیں۔ تم سمجھتے ہی ہو! اس کے بعد پھر یہ تمہارا ہے۔!“

گروبر دیوانوں کی طرح چیختا رہا۔ لیکن اُسے رسیوں سے جکڑ ہی دیا گیا والٹن کہہ رہا تھا۔

”اُف.... فوہ.... چیف! یہ سور واقعی بڑا چالاک ہے! پہلے اس نے ایک بیوقوف آدمی کو ہمارے پیچھے لگایا اور اُسے سکھادیا کہ وہ کسی وقت خود کو ہم پر ظاہر کر دے پھر اس کا حلیہ ہمیں بتائے کہ اسی نے اس کو ہمارے پیچھے لگایا تھا۔ مجھے گروبر کی تلاش تھی میں دھوکا کھا گیا! میں نے سوچا کہ احمق اچھا پھنسا ہے اسی کے ذریعے گروبر تک پہنچ جاؤں گا! لیکن یہ تو اس وقت معلوم ہوا کہ اس احمق نے ہمیں اچھی طرح بیوقوف بنایا ہے، چونکہ ہمیں یہاں لاکر پھنسایا تھا اس لئے خود راستے ہی سے غائب ہو گیا مگر جناب تو کیا اس دوران میں یہ گروبر ہی ہم سے فون پر گفتگو کرتا رہا تھا۔“

”قطعی۔“ دوسرے نقاب پوش نے کہا۔ ”میں نے اس کا موقع دیا تھا تاکہ یہ بہ آسانی میری گرفت میں آسکے۔ یہ چونکہ میری آواز کی کامیاب نقل اتار سکتا تھا اس لئے اس نے سوچا کہ مجھے ٹھکانے لگا کر خود میری جگہ لے لے! اور میں والٹن تمہارا شکر گذار ہوں کہ تمہاری ذہانت نے اس کے ناپاک ارادے تاڑ لئے تھے۔!“

”یہ فراڈ ہے۔ یہ فراڈ ہے۔“ گروبر حلق پھاڑ پھاڑ کر چیختا رہا۔ مگر وہ لوگ قہقہے لگا رہے تھے۔

”اچھا اب اسے لے چلو.... شہر میں تمہیں اس کا نیا تماشا دکھاؤں گا اور شاید آج تم میری شخصیت سے بھی واقف ہو جاؤ۔“

”وہ اسی وین میں بیٹھ گئے جس میں والٹن اور لزی عمران کو لائے تھے۔

لزی، والٹن اور نقاب پوش اگلی نشست پر تھے، والٹن ڈرائیو کر رہا تھا۔ بقیہ لوگ قیدی نقاب پوش سمیت پچھلے حصے میں تھے۔

ریلوے اسٹیشن کے قریب اس نے والٹن سے گاڑی روکنے کو کہا۔

”میں ذرا ٹیلی فون بوتھ سے ایک کال کروں گا۔ تم ٹھہرو!“ وہ گاڑی سے اتر کر اندھیرے میں غائب ہو گیا۔

”پتہ نہیں کیا ہونے والا ہے۔“ لزی بڑبڑائی۔ ”میرا دل بہت الجھ رہا ہے۔“

”یہ چیف واقعی بہت حیرت انگیز ہے۔“ والٹن بولا۔ لزی نے پھر کچھ نہیں کہا۔ تھوڑی دیر بعد نقاب پوش پھر واپس آگیا۔ لیکن اس کے باوجود بھی ان کی روانگی نہیں ہو سکی! نقاب پوش نے بتایا کہ اُس نے جسے فون کیا تھا وہ یہیں آرہا ہے۔ لہٰذا اُس کا انتظار کرنا پڑے گا۔

والٹن اور لزی خاموش رہے۔ نقاب پوش نے کہا۔ ”کیوں والٹن؟ اگر تم لزی سے شادی کرلو تو کیا حرج ہے۔“

”حرج تو نہیں ہے جناب! مگر ایک میری خواہش سے کیا ہوتا ہے۔“

وہ تھوڑی دیر تک اس مسئلے پر گفتگو کرتے رہے! نقاب پوش لزی کو سمجھاتا رہا کہ اُسے والٹن

سے شادی کر لینی چاہئے۔ لزی پہلے تو باقاعدہ طور پر بحث کرتی رہی۔ پھر پیچھا چھڑانے کیلئے بولی۔

"یہ مسئلہ یوں رواروی میں نہیں طے ہو سکتا! میں اس پر غور کروں گی.... جناب.... اور.... چونکہ۔!"

لیکن وہ اس سے آگے نہ کہہ سکی! کیونکہ اس نے اچانک وین کو مسلح پولیس کے نرغے میں دیکھا! رائفلیں ان کی جانب اٹھی ہوئی تھیں۔

"ارے یہ کیا ہوا....!" والٹن کی زبان سے بے ساختہ نکلا اور ساتھ ہی اس کا ہاتھ جیب کی طرف جانے لگا۔

"نہیں۔" نقاب پوش نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ "تمہاری شادی لزی کے ساتھ ضرور ہوگی! مگر اُسی صورت میں جب کہ تم دونوں وعدہ معاف گواہ بن جاؤ۔"

دفعتاً ایک آدمی گاڑی کے قریب آ گیا اور نقاب پوش والٹن سے بولا۔

"ان سے ملو! والٹن.... یہ ہیں سینٹرل کے کیپٹن فیاض! معقول آدمی ہیں۔ تمہاری شادی میں حارج نہیں ہوں گے۔"

کیپٹن فیاض کے پیچھے کھڑے ہوئے انسپکٹر نے ہتھکڑیوں کا جوڑا والٹن کے ہاتھوں میں ڈال دیا۔ پھر دوسری ہتھکڑیاں نقاب پوش کی طرف بڑھائیں۔

"نہیں....!" کیپٹن فیاض نے کہا۔ "عورت کے ہاتھوں میں لگاؤ۔"

"نہیں کیوں؟" والٹن غرایا۔ "یہ ہمارا چیف ہے ملک کا ایک بہت بڑا اسمگلر۔"

"تم دھوکا کھا گئے والٹن۔" نقاب پوش نے قہقہہ لگایا۔ "میں پی سندرم ایڈووکیٹ ہوں۔"

"تب تم میرے چیف سے بھی بڑے اسمگلر ہو۔ اس سے زیادہ ذلیل ہو۔" والٹن کی آواز کانپ رہی تھی۔ تب نقاب پوش نے کیپٹن فیاض سے کہا۔ "سن لیا تم نے اب نہ کہنا کہ مجھ سے حماقت سرزد ہوئی ہے۔"

"تم آخر ہو کون۔" لزی جھلائے ہوئے لہجے میں چیخی۔

"آہا.... میں وہی مظلوم احمق ہوں! جسے تم اور زیادہ احمق بنانا چاہتی تھیں!" نقاب پوش نے چہرے سے نقاب ہٹا دی۔

لزی اور والٹن کی آنکھیں حیرت سے پھٹی رہ گئیں! وین کے پچھلے حصے میں دوسروں کے

بھی ہتھکڑیاں لگ رہی تھیں! دفعتاً گروبر کی آواز آئی۔ "دیکھ لیا مردودو تم نے اپنی حماقت کا نتیجہ.... کتو! تم اندھے ہو گئے تھے!"

"والٹن ڈیئر....!" احمق نے ہنس کر کہا۔ "گروبر ٹھیک کہہ رہا ہے! وہی حقیقتاً تمہارا چیف تھا اور تمہارے درمیان معمولی کارکنوں کی حیثیت سے رہتا تھا! اگر وہ تمہارا چیف نہ ہوتا تو اس طرح تمہارے ہاتھوں سے بچ نہ نکلتا۔"

"وہ کوئی بھی ہو! مجھے اُس سے نفرت ہے!" والٹن غرایا۔

"بس پھر سرکاری گواہ بن جاؤ۔"

"یقیناً بنوں گا۔"

"اچھا سوپر فیاض.... اب مجھے اجازت دو۔" عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔

"آج رات پھر مجھے یہ سوچنا ہے کہ مجھے بھنڈی کا سالن کیوں اچھا نہیں لگتا جب کہ بھنڈی پر لوگوں نے پوری کتابیں لکھ ڈالی ہیں.... ٹاٹا۔"

◆

دوسری صبح عمران دیر تک نہ سو سکا۔ کیونکہ فیاض نازل ہو گیا تھا! اس کے ساتھ صفدر بھی تھا۔

"تمہارا ہی خیال صحیح نکلا۔" فیاض نے کہا۔ "وہ گیندیں اس لئے پھینکی جاتی تھیں کہ گروبر کے آدمی ان پر اس طرح جھپٹیں کہ مقتول اُن کے نرغے میں آ جائے وہ اُسے ختم کریں اور صاف نکل جائیں بھیڑ بھاڑ میں یہ بھی نہ معلوم ہو سکے کہ حملہ آور کون تھا! مارے جانے والے پی سندرم کے آدمی تھے۔ پی سندرم کو بھی میں نے گرفتار کر لیا ہے اور اب پولیس اسمگل کئے ہوئے ذخیروں پر چھاپے مار رہی ہے۔ اب تک کروڑوں کا مال برآمد ہوا ہے گروبر اور سندرم بہت عرصے سے اسمگلنگ کرتے آئے ہیں۔ مگر پی سندرم بھی مخالف گروہ کے سرغنہ کی شخصیت سے واقف نہیں تھا سندرم صرف اسمگلر تھا لیکن اُس میں جوڑ توڑ کی صلاحیت نہیں تھی۔ اس لئے گروبر کے ہاتھوں ہمیشہ پٹتا رہا اور ہاں وہ سانپوں والا معاملہ بھی انہی لوگوں سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ بھی سندرم ہی کے آدمی تھے! اور وہ کسی کا زہر نہیں تھا بلکہ گروبر کے آدمیوں نے حقیقتاً زہریلے قسم کے سانپ پال رکھے تھے اور سانپوں سے ڈسوا کر ان کی لاشیں

سڑکوں پر پھینکوا دیتے تھے! والٹن نے سب کچھ بتا دیا ہے مگر وہ عورت زبان نہیں کھولتی اس نے سرکاری گواہ بننے سے انکار کر دیا ہے۔

"وہ کہتی ہے کہ اگر گروبر ہی ہمارا چیف تھا تو اس کے لئے میں جان بھی دے سکتی ہوں۔"

"عورت" عمران نے ٹھنڈی سانس لی اور خاموش ہو گیا پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ "حالانکہ یہی عورت ایک بار گروبر کو قتل کرا دینے کی کوشش کر چکی ہے! اور گروبر پر دوبارہ ہاتھ ڈالنے ہی کے لئے وہ مجھ سے قریب ہو گئی تھی.... مگر اب وہ گروبر کے لئے جان بھی دے سکتی ہے۔"

اس کے بعد عمران کو پوری کہانی دہرانی پڑی۔ فیاض سنتا رہا۔ جب عمران خاموش ہوا تو اس نے کہا۔ "آخر یہ گروبر نے تمہیں پی سندرم کا پتہ کیوں بتا دیا تھا۔ جب کہ وہ اپنے مخالفوں کو بھی منظر عام پر نہیں آنے دینا چاہتا تھا۔"

"شاید اندھیرے میں وہ مجھے ہی پی سندرم سمجھا تھا! چونکہ یہ دونوں گروہ ایک دوسرے کی ٹوہ میں لگے رہتے تھے۔ لہٰذا اس وقت وہاں پی سندرم کی موجودگی بھی ناممکنات میں سے نہیں تھی اور پھر یہ دونوں گروہ ایک دوسرے کے آدمیوں کو توڑنے کی فکر میں بھی رہتے تھے۔ بہر حال میرا خیال ہے کہ گروبر نے اس وقت پتہ نہیں بتایا تھا بلکہ یہ جتایا تھا کہ میں تمہیں پہچان گیا ہوں۔"

"مگر تم تو کہتے ہو کہ گروبر تمہیں پی سندرم کے بنگلے کی کمپاؤنڈ میں بھی نظر آیا تھا۔"

"ہاں یہ تو اس کے لئے ایک شاندار موقع تھا! وہ پی سندرم کی ہمدردیاں حاصل کر کے اس کے قریب ہو جاتا اور قریب رہ کر زک دینا تو بہت آسان ہوتا ہے لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ وہ غلط فہمی میں مبتلا تھا تو پھر وہاں ٹھہرنا بھی بیکار سمجھا ہوگا۔ ویسے اُسے یہ فکر ضرور تھی کہ آخر وہ کون تھا جس نے اس کی جان بچائی تھی۔"

"مگر آخر اس ہنگامے کی کیا ضرورت تھی۔" صفدر نے پوچھا۔ "وہ خاموشی سے بھی اسے ختم کر سکتے تھے۔"

"جب دو اسمگلر آپس میں لڑتے ہیں تو مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک میدان چھوڑ کر بھاگ جائے پہلے گروبر نے خاموشی ہی سے کام کیا تھا۔ مثلاً سانپ کاٹنے کی وارداتیں۔ لیکن سندرم اس کے مقابلے میں جما رہا! پھر گروبر نے کہا اچھا اب اعلانیہ بھری پُری سڑکوں پر قتل ہوں گے۔ مقصد یہ تھا کہ سندرم دہشت زدہ ہو کر بھاگ نکلے ساتھ ہی گروبر یہ بھی جانتا تھا کہ

اصل معاملے کا علم پولیس کو نہ ہونے پائے! لہٰذا اس کے گروہ کی ایک عورت لزی سول ہسپتال سے متعلق ہو گئی تھی تاکہ اگر کوئی زخمی وہاں پہنچے تو پولیس کو بیان نہ دے سکے۔ وہ اس سے پہلے ہی اُسے زہر دے دیتی تھی یا کوئی ایسی دوا جس سے اس کی ذہنی حالت ہی خراب ہو جائے۔"

"مگر تم نقاب پوش کیسے بن بیٹھے تھے!" فیاض نے پوچھا۔

والٹن مجھے ایک وین میں لے گیا۔ اس کا دروازہ ایسا تھا کہ اندر سے بھی کھل سکتا تھا۔ جیسے ہی وین رکی تھی میں اتر کر چٹانوں کی اوٹ میں ہو گیا تھا۔ پھر جب وہ سب لکڑی کے مکان کے اندر چلے گئے تو میں بھی باہر سے مکان کے اندر کا جائزہ لینے لگا! پچویشن ایسی تھی کہ ایک تدبیر سوجھ ہی گئی۔ جیب سے نقاب نکالی اور شروع ہو گیا۔"

"کچھ بھی ہو۔" فیاض مسکرایا۔ "تم سے تو شیطان بھی پناہ مانگے گا۔"

پھر صفدر کی طرف دیکھ کر بولا۔ "ارے کیا یہ کسی آدمی کا کام ہو سکتا ہے۔ تنہا اتنے مجرموں سے نپٹنا.... اور پھر ایسے حالات پیدا کرنا کہ وہ خود ہی اپنے سرغنہ کو پکڑ کر باندھ لیں۔ یہی نہیں بلکہ گرفتار ہونے کیلئے بھی خوشی خوشی اس کے ساتھ چلے آئیں۔

"کچھ بھی نہیں سوپر فیاض۔" عمران مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔ "یہ صرف ستاروں کے کھیل ہیں ورنہ بعض اوقات تو ایسی فاش غلطیاں ہوتی ہیں کہ سوچ کر الجھن ہوتی ہے۔ مثلاً ایک بار ایک قسم کی گیس کے چکر میں پڑ کر بالکل ہی بے دست و پا ہو گیا تھا اور ایک دوسرا آدمی صرف پندرہ منٹ تک سانس روکے رکھنے کی بناء پر ماسٹر آف پچویشن بن گیا تھا! اب یہاں سانس روکنا تو کیا ضرورت پڑنے پر اپنا معدہ بھی آنتوں سمیت کھینچ کر کاندھے پر لاد سکتا ہوں۔ مگر اس وقت غفلت ہو گئی تھی! ذرا سی لغزش جس نے مجھے خود اپنی نظروں سے گرا دیا تھا۔

"کیا قصہ تھا۔"

"قصہ سرکاری تھا ورنہ ضرور سنا دیا جاتا۔" عمران نے سر ہلا کر کہا۔ صفدر مسکرانے لگا! اور پھر وہ تینوں اٹھ کر ناشتے کے لئے ڈائننگ ہال میں چلے گئے۔

﴿ختم شد﴾

ابنِ صفی